فلاح آدمیت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

نومبر 1998ء رجب 1419ھ

ایڈیٹر عبدالقیوم ہاشمی

شعبہ سرکولیشن وحید احمد

قیمت ———— -/12 روپے
سالانہ فنڈ ———— -/120 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ: Ph: 268424

ایڈیٹر سے رابطہ کیلئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ: Ph: 260734

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

نظام کائنات سے یہ واضح ہے کہ پوری کائنات انسان کی خدمت و خاطر میں مشغول ہے جب وہ خود کائنات کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے رہا حتی کہ انسان کی غیر موجودگی ارض و سماں پہ کوئی اثر ں ڈالتی۔ یہاں سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ انسان کسی برتر ہستی کے لئے پیدا ہوا ہے بقول اقبالؒ

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

قرآن کریم سے ہمیں انسان کی مقصدیت کا پتہ چلتا ہے وہ یہ کہ انسان خالصتاً" اللہ کی محبت اور کے دیدار کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو اللہ سے محبت کرے گا وہ دانستہ و نادانستہ مخلوق خدا بھی نسبت الٰہی کے مطابق محبت کریگا۔ حدیث مبارکہ کے مطابق اللہ رب العزت اپنی مخلوق بت' 70 ماؤں کی محبت سے بڑھکر فرماتے ہیں۔ لہٰذا جس انسان نے اللہ کی محبت اور اسی کو منزل قرار دیا وہ حقیقی معنوں میں احترام و اکرام آدمیت کو جان سکتا ہے اور بنی آدم سے محبت کر ہے۔ جس کی محبت خالص اللہ کے لئے ہو گی اسی کو مخلوق خدا سے پیار ہو گا اور سب سے بڑھکر نوں سے ہو گا کیونکہ اللہ نے اسے "احسن تقویم" پہ بنایا اور اسے صاحب تکریم بنایا ولقد منا بنی آدم (یقیناً" ہم نے بنی آدم کو لائق عزت قرار دیا ہے) جو شخص اپنی ذات کی تکمیل چاہتا اسے خود کو اللہ کے رنگ میں رنگنا ہو گا اور تخلقوا باخلاق الله (اپنے اندر اللہ جیسی صفات اکرو) پہ عمل کرنا ہو گا۔ اللہ اپنی مخلوق سے محبت' رحم و کرم اور احسان فرماتا ہے لہٰذا اسے ہنزا پہ ت و کرم بننا ہو گا انسانیت کا درد اپنے دل میں پیدا کرنا ہو گا' دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور روں کے درد کو اپنا درد جاننا ہو گا' تب ہی اسلام دوستی اور انسان دوستی کا حق ادا ہو گا بقول امیر

خنجر پڑے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

بانی سلسلہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرماتے ہیں۔

"اخلاق حسنہ پیدا کرنے کے لئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ ایک

عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو اور اپنے دل و دماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو۔ اگر تم
اللہ بننا چاہتے ہو اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ بھی محبت کرے تو ضروری
کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو، مجنوں لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا۔

تم کیسے محب ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کرتے"

آنحضور ﷺ کی خدمت میں جب کوئی تازہ پھل پیش کیا جاتا تو آپ اس کو آنکھوں
لگاتے اور ازراہ تکریم فرماتے یہ ابھی ابھی ہمارے پروردگار سے آیا ہے۔ ایک طرف آنحضرت
ﷺ کی مخلوق خدا سے اس قدر محبت اور دوسری جانب ہم لوگوں کا یہ حال ہے کہ اپنے
بھائیوں کو ہلاکت و ظلم کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں اور دعویٰ ہے رسول اللہ کے امتی ہونے کا۔ قرآن
کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک انسان کو قتل کیا گویا اس نے پوری انسانیت
مار ڈالا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ کے لئے ہے اور انسان انسان کے لئے ہے۔ یعنی دین الٰہی حقوق
اللہ اور حقوق العباد پر مشتمل ہے۔ اللہ نے حقوق العباد کو حقوق اللہ پر فوقیت دی ہے۔ اہل دوزخ
کی اکثریت ان افراد پر مشتمل ہو گی جنہوں نے حقوق العباد میں غفلت کی۔ قرآن میں ہے کہ جب
اہل دوزخ سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم دوزخ میں کیوں ڈالے گئے تو وہ کہیں گے ولم نک نطعم
المسکین (کہ ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے)

حدیث مبارکہ ہے کہ "قیامت کے دن اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ اے انسان میں بھوکا
تھا تم نے مجھے کھلایا نہیں۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ اسی طرح کسی سے پوچھیں گے کہ
میں بیمار تھا تم نے میری عیادت نہیں کی تو بندہ پوچھے گا کہ اے اللہ تو تو ان کمزوریوں سے ماوراء ہے۔
اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرا فلاں بندہ تمہارے سامنے بھوکا رہا۔ میرا فلاں بندہ تمہارے سامنے
پیاسا رہا۔ فلاں شخص بیمار رہا۔ تم اگر انہیں کھلاتے پلاتے تو وہ کھانا پینا آج میرے یہاں موجود پاتے"
اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت و رحمت دراصل مخلوق خدا کی خدمت میں
پوشیدہ ہے۔

آنحضور ﷺ نے منافق کی چار نشانیاں بیان فرمائی ہیں وہ تمام کی تمام حقوق العباد کی عدم
ادائیگی پر مشتمل ہیں۔

1۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے 2۔ جب عہد کرے تو پورا نہ کرے 3 جب جھگڑے تو گالی گلوچ کرے 4 امانت میں خیانت کرے

ایسے ہی لوگ انسان دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہیں انہی لوگوں کو اللہ حیوانوں سے بھی بدتر قرار دیتا ہے کیونکہ حیوانات تو پھر بھی اپنی فطری حیوانیت کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر انسان اپنی فطرت اور اصلیت کے بالکل الٹ چلتا ہے حالانکہ انسان اللہ کی محبت اور خلافت کا بار اٹھا کر اس جہاں میں آیا ہے۔ غالباً" ایسے ہی انسان نما حیوانوں کو دیکھ کر ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا ہو گا (زاں سبب ابلیس ملعون سجدہ بر آدم نکرد) ایسے ہی مردہ ضمیر انسان کا شکوہ علامہ" کرتے ہیں کہ کہوں کیا ماجرا اس بے بصر کا

نہ خود بیں' نے خدا بیں' نے جہاں بیں
یہی شہکار ہے تیرے ہنر کا؟

انبیاء علیہم السلام نے آکر انسانوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کیا اور انہیں انکے مقام سے آگاہ کیا۔ انسان کو انسانیت اور آدمیت کا درس دیا اور انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلائی اور آزادی سے آشنا فرمایا۔ جنھوں نے اس درس حیات پہ عمل کیا انھوں نے اپنی منزل پا لی (والی ربک لمنتھی (اور تیری منزل مقصود تیرا رب ہے)

جو شخص جتنا انسان دوست ہے اتنا ہی مقرب باری تعالیٰ ہے۔ اسلام کی تمام عبادات و اعمال کا نچوڑ "فلاح آدمیت" ہے۔ جو یہ جاننا چاہئے کہ اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے کتنی محبت ہے وہ صرف یہ معلوم کر لے کہ اس کے دل میں انسانیت و آدمیت کا احترام و اکرام اور محبت کا جذبہ کس قدر ہے۔ بقول اقبال"

آدمیت ' احترام آدمی --- باخبر شواز مقام آدمی
بندہ عشق از خدا گیرد طریق
می شود بر کافر و مومن شفیق

والسلام عبدالقیوم ہاشمی

درس قرآن

ڈاکٹر عبدالرشید وقار

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ہ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ ہ (البلد)

ترجمہ! "ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے والا پیدا کیا۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا"

ان آیات مقدسہ میں خدائے وحدہ لا شریک نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو اس لئے تخلیق نہیں کیا کہ وہ اس دنیا میں آرام و آسائش کی زندگی بسر کر کے بزم عالم سے رخصت ہو جائے بلکہ اس کی زندگی کا سفینہ بڑے بڑے خوفناک طوفانوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے بنایا گیا ہے۔ چین کی بنسری بجانا ہی اس کی زندگی کا محبوب مشغلہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ دنیا اس کے لئے محنت و مشقت اور سختیاں جھیلنے کی جگہ ہے۔ کسی بھی انسان کو ان حالات سے گزرے بغیر چارہ نہیں۔ انسان کی زندگی کا ایک نصب العین ہے۔ ایک مقصد عظیم کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اور وہ مقصد مصائب کے اندر ہی رہ کر حاصل کرنا ہے۔ گو ہر مقصود کا حصول بغیر مشقت کے حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ زندگی کی ابتدا سے انتہا تک تکالیف سے اس کا واسطہ رہے گا۔ اور ہر انسان کی زندگی ماں کے پیٹ میں نطفہ قرار پانے سے موت تک اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ اسے خطرات و شدائد کے ان گنت مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

جب اس کا حمل رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے تو خطرات اس کے اردگرد منڈلانے لگتے ہیں۔ ہر لمحہ خدشہ ہوتا ہے کہ حمل کہیں ساقط نہ ہو جائے یا بچہ دم گھٹ کر اندر ہی ختم نہ ہو جائے۔ جب پیدائش کا وقت آتا ہے تو موت اور زندگی کے درمیان بال برابر فاصلہ نہیں ہوتا۔ پیدا ہونے کے بعد اس قدر بے بس ہوتا ہے کہ اپنی کوئی ضرورت خود پوری نہیں کر سکتا۔

اپنے منہ پر سے مکھی تک اڑانے سے قاصر ہوتا ہے۔ اگر کوئی پرورش کرنے والا نہ ہوتا تو سسک سسک کر مر جاتا۔ چلنے کے قابل ہونے سے پہلے ماں کا دودھ چھوڑنے کی

مشقت، چلنے لگتا ہے تو لڑکھڑاتا ہے۔ قدم قدم پر گرتا ہے اور جسم پر چوٹیں برداشت کرتا ہے۔ بچپن میں طرح طرح کی بیماریاں اسے لاغر و نحیف کرکے رکھ دیتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر بیماری اس کو ختم کر کے دم لے گی۔ قوت برداشت کم ہوتی ہے۔ ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا یا لو کا ایک تھپیڑا اس کے کمزور جسم کو برباد کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ بچپن سے جوانی تک کتنے ہی جسمانی تغیرات اس کی زندگی کا چراغ گل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ کوئی ایک تغیر بھی غلط سمت میں جانے سے ساری زندگی کے لئے معذور ہو سکتا ہے۔ حالات کے مطابق کوئی ہنر سیکھنے کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے یا تعلیم کے شکنجہ میں کس دیا جاتا ہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر اپنے معاش اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی محنت و مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔

شادی کے بعد اس کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ پہلے اپنے لئے مشقت اٹھاتا تھا۔ اب بیوی بچوں کے لئے دن کا سکون اور رات کی نیند کو خیرباد کہنا پڑتا ہے۔

پھر جوانی بڑھاپے کے دروازہ پر دستک دینا شروع کر دیتی ہے۔ قویٰ مضمحل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ عروج سے زوال کی طرف سفر شروع ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔ وہ آنکھیں جو اندھیرے میں دور تک دیکھ سکتی تھیں۔ بے نور ہو جاتی ہیں۔ پاس پڑی چیزیں دکھائی نہیں دیتی۔ ہاتھ جو کبھی بڑے مضبوط تھے۔ جو شیروں کے پنجے مروڑ دیا کرتے تھے۔ روٹی کے لقمہ کو منہ تک سیدھا نہیں لے جاسکتے۔

زبان جو چہک چہک کر باتیں کرتی تھی۔ بات کرتے ہوئے لڑکھڑا جاتی ہے۔ دماغ شل ہو جاتا ہے۔ کچھ یاد نہیں رہتا ہاں وہی دماغ جو کمپیوٹر کی طرح کام کرتا تھا۔ جو ہر لمحہ دنیا سمیٹنے اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے منصوبے بناتا تھا۔ یکسر ناکارہ ہو جاتا ہے۔ وہی پاؤں جو زور زور سے زمین پر مارتا تھا اور کہتا تھا کہ زمین پر ایڑھی مار کر پانی نکال دوں۔ اب اپنا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہیں۔ اپنے جسم کو متوازن رکھنے کے لئے ہاتھ میں ڈنڈا رکھنا پڑتا ہے اور پھر ایک دن اس کی روح اس بوسیدہ جسم کو چھوڑ کر نامعلوم سفر پر روانہ ہو جاتی ہے جسم کو مٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

غالب نے شاید اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترکیب
موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشان ہونا

جن لوگوں کی زندگی کو دیکھ کر ہم لوگ رشک کرتے ہیں وہ بھی مشقت میں ہیں ان
بھی ہر دم کوئی نہ کوئی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ بادشاہ کو غم ہے کہ میرے خلاف سازش نہ
جائے سپہ سالار فکر مند ہے کہ پیچھے سے اٹھ کر کوئی قتل نہ کر دے۔ کوئی بغاوت نہ
جائے۔ صاحب ثروت مال کو بڑھانے اور اس کی حفاظت کے لئے جان ہلکان کر رہے ہیں۔
غرضیکہ مشقت سے مفر نہیں۔ قبر میں سوال و جواب اور پھر حشر میں تمام زندگی
اعمال کی جواب دہی کی مشقت۔ کوئی مخلوق اتنی مشقت برداشت نہیں کرتی جتنی انسان
حالانکہ اس کا جسم جانوروں سے چھوٹا اور نسبتا" ضعیف و کمزور ہے

حق تعالٰی کا یہ فرمان ہے کہ ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے والا پیدا فرمایا ہے اس
بات کی دلیل ہے کہ یہ خود بخود پیدا نہیں ہوا۔ نہ انسان کو کسی دوسرے انسان نے پیدا کیا
ہے اس کا پیدا کرنے والا قادر مطلق ہے۔ اگر انسان کی تخلیق میں انسان کو کوئی دخل ہوتا تو
وہ اپنے لئے مشقت کبھی پسند نہ کرتا۔ اپنے لئے بیماریاں، محرومیاں، مخالفتیں، شیطان کی ریشہ
دوانیاں کبھی نہ ہوتیں خداوند قدوس فرماتے ہیں کہ جب انسان ان ناسازگار حالات میں گھرا
ہوا ہے۔ تو کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پاسکے گا۔ اس کے سر کو کوئی نیچا کرنے
والا نہیں حالانکہ اس کی دنیاوی زندگی بذات خود شہادت دے رہی ہے کہ وہ کسی اور طاقت
کے زیر اثر ہے اس کی تقدیر کا مالک کوئی اور ہے جس کی فرمانروائی کے سامنے اس کے
سارے کے سارے فیصلے دھرے رہ جاتے ہیں۔

زلزلے کا ایک جھٹکا سمندروں اور دریاؤں کی طغیانی، ہواؤں کا ایک طوفان اس کو
بتانے کے لئے کافی ہے کہ انسان کی حقیقت کیا ہے۔

تقدیر کا ایک پلٹا اس کو عرش سے فرش پر لانے کے لئے کافی ہے جب حقیقت یہ ہے تو
آخر اس کے دماغ میں یہ چیز کہاں سے سماگئی کہ وہ بالکل آزاد ہے اور اس پر کسی کا بس نہیں
چلتا۔

درس حدیث

(رانا محمد اعجاز)

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلیم ان اللہ تعالی یقول مع عبدی اذاذکرنی وتحرکت بی شفتاہ (بخاری)

ترجمہ! "حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو اس وقت میں اس بندے کے ساتھ ہوتا ہوں"۔

اس حدیث مبارکہ میں ذکر الہٰی کی فضیلت اور اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ذکر الہٰی اپنے وسیع معنی کے لحاظ سے نماز، تلاوت قرآن اور دعا و استغفار وغیرہ سب ہی پہ مشتمل ہے۔ لیکن مخصوص اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدس، توحید و تمجید، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی صفات کمال کے بیان کو ذکر الہٰی کہا جاتا ہے۔ ذکر الہٰی خدا تعالیٰ کے قرب و رضا اور مسلمان کی روحانی ترقی کا اولین وسیلہ ہے۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں ذکر الہٰی کی بیشتر مقامات پر تاکید کی گئی ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرا ذکر کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں۔ مسلمان کی اس سے بڑی سعادت و کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ پوری کائنات کا خالق و مالک اس کو یاد کرے اور یاد رکھے۔

بعض مسلمان بھائی خیال کرتے ہیں کہ صرف نماز، روزہ، حج اور دوسرے بنیادی دینی عقائد کی ادائیگی ہی دین اسلام ہے۔ مگر در حقیقت ایسا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے متعدد قرآنی آیات میں اور رسول کریم ﷺ نے بیشتر احادیث میں واضح کیا ہے کہ نماز اور حج جیسی اعلیٰ درجہ کی عبادات سے فارغ ہونے کے بعد بھی مسلمان کے لئے خدا کے ذکر سے غافل ہونے کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ ان سے فراغت کے بعد بھی مسلمان کے دل میں اور اس کی زبان پر اللہ کا ذکر ہونا چاہئے اور ذکر الہٰی سے ہی ان اعمال کا خاتمہ ہونا چاہئے۔

ذکر الہٰی اللہ والوں کے قلوب کی غذا اور ذریعہ حیات ہے۔ ذکر کرنے سے ہی دلوں کی دنیا آباد رہتی ہے اور اگر قلوب کی دنیا اللہ کے ذکر سے خالی ہو جائے تو بالکل ویرانہ ہو کر رہ جائے۔ ذکر ہی اللہ والوں کا وہ ہتھیار ہے جس سے وہ روحانیت کے رہزنوں سے جنگ کرتے ہیں اور وہی ان کے لئے ٹھنڈا پانی ہے جس سے وہ اپنے باطن کی آگ بجھاتے ہیں۔

شیخ ابن القیمؒ فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ نے جس طرح بینا آنکھوں کو روشنی اور بینائی سے منور کیا ہے اسی طرح ذکر کرنے والی زبانوں کو ذکر سے مزین فرمایا ہے۔ اسی لئے خدا کی یاد سے غافل زبان اس آنکھ کی طرح ہے جو بینائی سے محروم ہے اور اس کان کی طرح ہے جو شنوائی کی صلاحیت کھو چکا ہے اور اس ہاتھ کی طرح ہے جو مفلوج ہو کر بیکار ہو گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ذکر الٰہی ہی وہ راستہ اور دروازہ ہے جو حق جل جلالہ اور اس کے بندے کے درمیان کھلا ہوا ہے اور اس سے ہی بندہ بارگاہ عالی تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ ذکر الٰہی انسان اکیلے بھی کر سکتا ہے مگر ایک جگہ اکٹھے ہو کر ذکر کرنے کی خاص برکات ہیں اور کوشش کرنی چاہئے کہ ہفتہ وار اکٹھے مل کر ذکر اللہ بھی کیا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ

"مسلمان کو جمع ہو کر ذکر کرنا رحمت و سکینت اور قرب ملائکہ کا خاص وسیلہ ہے"۔

ذکر الٰہی کرنے والے کو خدا تعالیٰ کے فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہو جاتا ہے بالفاظ دیگر رحمت الٰہی ان کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ ان کے دلوں پر سکینت نازل ہوتی ہے جو عظیم ترین روحانی نعمتوں میں سے ایک ہے۔ یہاں سکینت سے مراد خاص درجہ کا قلبی اطمینان اور روحانی سکون ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو خدا کی طرف سے خصوصی طور پر نصیب ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین کے حلقہ میں ان ذاکر بندوں کا ذکر فرماتا ہیں۔ بلاشبہ خالق حقیقی کا اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کا ذکر فرمایا وہ سب سے بڑی نعمت ہے جس سے آگے کسی نعمت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے قلوب کو ذکر الٰہی سے روشن کرنے کا بڑا آسان اور سہل طریقہ بیان کیا ہے۔ پاس انفاس یعنی ہر سانس جو اندر جائے یا باہر جائے اس سے لفظ اللہ کہا جائے۔ اللہ کا لفظ دل سے کہو زبان سے نہیں نفی اثبات لا الہ الا اللہ کے ذکر کو کہتے ہیں یہ نماز فجر، مغرب یا عشاء کے بعد پندرہ سے بیس منٹ روزانہ کر لیا جائے تو کافی ہے اس سے دل کی دنیا آباد ہو جائے گی اور انسان کے دل و دماغ سے ہر قسم کا خوف ختم ہو جائے گا اور وہ ہر لمحہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی آغوش میں پائے گا۔

زمانہ حال کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ خواہ کوئی امیر ہے یا غریب کسی کو بھی قلبی اطمینان اور سکون حاصل نہیں۔ قلبی اطمینان اور سکون صرف اور صرف ذکر الٰہی سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام اعمال صالحہ کی روح اور جان ذکر الٰہی ہی ہے۔

دنیا کی محبت

قبلہ محمد صدیق ڈار

ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی بنائی ہوئی کوئی چیز بری ہو ہی نہیں سکتی۔ دنیا کو بھی خالق کائنات نے ایک خاص مقصد کے لیے صرف انسان کی خاطر پیدا فرمایا اور انسان کو اس سے استفادہ کرنے کے لیے یہاں بھیجا ہے۔ ساری خرابی انسان کی ناسمجھی اور غلط روش کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جب وہ متاع حیات کو اپنا مقصود جان کر اس کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالے نے انسانی نفس میں مادی لذات کی کشش پیدا کر رکھی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان اللہ کی عطا کردہ تعمیرو تسخیر کی صلاحیتوں کو بروئے کار نہ لا سکتا۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں۔

زین للناس حب الشھوت من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضتہ والخیل المسومتہ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن الماب O (ال عمران۔14)

"لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں مگر یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے"

دنیا کی ساری نعمتیں انسان کے لیے پیدا کی گئی ہیں تاکہ انسان اللہ کے احسانات کو پہچانے اور اس کے ساتھ اور زیادہ محبت کرے۔ شکر گذاری کی روش پر اللہ تعالے خوش ہوتے اور نعمتوں میں مزید اضافہ فرما دیتے ہیں اور اگر احسان ناشناسی کر کے کفر کی راہ اختیار کرے تو اس کے لیے سخت عذاب کی وعید ہے۔

اللہ کا دین انسان کو زندگی کی مکمل حقیقت سے آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ حیات ارضی کے مختصر سے عرصہ کو ہی سب کچھ جان کر اسی میں کھو کر نہ رہ جائے بلکہ حقیقت شناسا بن کر اس تربیت گاہ کا دورانیہ اس طرح بسر کرے کہ آخرت کی کبھی ختم نہ ہونے والی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکے

۔ آخرت کی فلاح متاع دنیا کو ترک کرنے سے نہیں بلکہ اسے تعمیری کاموں میں استعمال کرنے
ہے۔ اگر انسان کی تخلیق کا مقصد دنیا میں آئے بغیر پورا ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ اسے ہرگز یہاں نہ بھیج
اس لیے دنیا کو برا سمجھنا یا اس کی مذمت کرنا درست نہیں ہے۔ قرآن کی تعلیم تو یہ ہے کہ زمین
جو کچھ بھی ہے وہ انسان کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور انسان کو زمین کی خلافت کے لئے بنایا ہے۔ ان
کو دریائے حیات کے اس پار واقع اپنی منزل مراد تک پہنچنے کے لیے دنیوی متاع کی اسی ط
ضرورت پڑتی ہے جس طرح کشتی کو سفر کرنے کے لئے پانی کی اگر پانی ہی موجود نہ ہو تو کشتی ر
سفر کرنے سے تو رہی۔ البتہ یہ احتیاط ہر قدم پر لازم ہے کہ پانی کشتی کے نیچے ہی رہے اگر یہ کشتی
اندر داخل ہو گیا تو اسے ڈوبنے سے کوئی نہیں روک سکتا اسی طرح اگر مومن کے پاس مال و دول
ہی نہ ہو تو وہ زکوٰۃ، صدقات، فطرانہ، حج، اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے اور اہم فرائض کی ادا
سے محروم رہ جائے گا۔ مومن دنیا کی تمام نعمتوں کو تصرف میں تو لاتا ہے لیکن ان سے محبت نہ
کرتا۔ اس پر اللہ کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ اس دنیا میں اپنے آپ کو ایک پردیسی کی مانند
ہوئے اپنے اصلی گھر کو آباد کرنے کے لئے کوشاں اور وہاں جانے کے لئے بیتاب رہتا ہے۔ اللہ
آخرت پر ایمان اسے خوف و حزن اور موت کے ڈر سے آزاد کر دیتا ہے۔ مومن کے لئے موت
محنت کا صلہ اور بندگی کا انعام وصول کرنے کی گھڑی بن جاتی ہے۔ وہ موت کو ایسا پل سمجھتا ہے ج
پر سے گذرے بغیر وہ اپنے محبوب سے ملاقات نہیں کر سکتا۔ موت کے ساتھ اس طرح سے پیا
تعلق ان مقربین بارگاہ کا ہی ہو سکتا ہے جنہیں اپنے عقیدہ و ایمان کی صداقت، عمل کی راستی
آخرت میں اللہ کے وعدوں کے مطابق کامیابی پر یقین کامل ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن
میں موت کی آرزو کرنے کو ایمان کی صداقت کا نشان ٹھراتے ہوئے جو فرمایا اس کا ترجمہ اس ط
ہے۔

”آپ ﷺ کہہ دیں کہ اے اہل یہود اگر تمھیں یہ دعوی ہے کہ تم ہی اللہ کے دوست
اور دوسرے لوگ نہیں تو اگر تم سچے ہو تو ذرا موت کی آرزو تو کرو۔ اور یہ ان اعمال کے سبب
چکے ہیں ہرگز اس کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔“ (الجمعۃ۔ 6-7)

اللہ تعالے کے مقرب بندے اللہ کے ہاں واپس جانے پر اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح کوئی پردیسی اپنے وطن کو واپس لوٹتا ہے۔ علامہ اقبال کیا خوب فرماتے ہیں۔

نشان مرد مومن باتو گریئم

چوں مرگ آئید تبسم بر لب اوست

یعنی میں تمھیں مرد مومن کی ایک نشانی بتاتا ہوں کہ جب موت آتی ہے تو اس کے ہونٹوں پر تبسم ہوتا ہے۔ اللہ تعالے قرآن کریم میں بار بار دنیا اور آخرت کا موازنہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں تاکہ انسان اپنی بصیرت استعمال کرے اور دنیا کے فریب میں گرفتار نہ ہو۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی ہے کہ نہ تو دنیا کی نعمتوں میں کوئی خرابی ہے اور نہ ہی ان کے استعمال کی ممانعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے کئی انبیاء کو دنیوی بادشاہت سے بھی نوازا تھا۔ قرآن کریم میں مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اقتدار اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بے مثال حکمرانی کا بیان بڑی تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ انبیا کے سردار اللہ کے حبیب حضور رحمت اللعالمین ﷺ تو جو خواہش فرماتے اللہ تعالے کے دربار سے مل سکتا تھا لیکن آپ نے اللہ کی رضا اور فقر کو ہی پسند فرمایا آپ ﷺ کے خلفائے راشدین کو اللہ تعالے نے عظیم مملکتوں کی امارت اور سیادت عطا فرمائی اصل خرابی اللہ کو بھول کر دنیا کی محبت میں دیوانہ ہو جانے اور اپنی ساری صلاحیتیں اس کے حصول میں کھپا دینے میں ہے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ کا فرمان عالی شان ہے

حب الدنیا راس الخطیئۃ ○ یعنی دنیا کی محبت خطاؤں کا منبع ہے۔

اس لئے تمام برائیوں اور خرابیوں کی جڑ دنیا کو نہیں بلکہ دنیا کی محبت کو جاننا چاہیے۔ اللہ تعالے کی کتاب انسان کے سامنے دنیا اور آخرت کی حقیقت کھول کر رکھ دیتی ہے تاکہ انسان دنیا کو ایک خادمہ سمجھ کر اس سے خدمت لے اور اللہ کی محبت کا طلب گار بنے نہ کہ اس خادمہ پر ہی فدا ہو کر اپنے حقیقی محبوب سے دور ہو جائے اور اسکے غضب کا سزاوار ٹھہرے۔ قرآن مجید کی چند آیات میں دنیا سے محبت کرنے اور اسے آخرت پر ترجیح دینے والوں کے انجام سے ڈرایا ہے وہ یہاں درج کی جاتی ہیں

الذین یستحبون الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ ویصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا

عوجا اولیک فی ضلل بعید O (ابراہیم۔3)

"جو لوگ آخرت کی نسبت دنیا سے محبت کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں یہ لوگ پرلے سرے کی گمراہی میں ہیں۔"

(2) فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم ذلک بانھم استحبوا الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ وان اللہ لا یھدی القوم الکفرین O (النحل۔106تا107)

"کافروں پر اللہ کا غضب ہے اور انکو بڑا سخت عذاب ہو گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا۔ اور اس لئے کہ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"

(3) فاما من طغی واثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوی O (نازعات 37 تا 39)

"جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے"

(4) زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا ویسخرون من الذین امنو والذین اتقوا فوقھم یوم القیمتہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب O (البقرۃ۔212)

"جو کافر ہیں ان کے لئے دنیا کی زندگی خوش نما کر دی گئی ہے اور وہ مومنوں سے تمسخر کرتے ہیں لیکن جو لوگ پرہیز گار ہیں وہ قیامت کے دن ان پر غالب ہوں گے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے"۔

(5) ان الذین لا یرجون القاء نا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بھا والذین ھم عن ایتنا غفلون اولیک ماوھم النار بما کانو یکسبون O (یونس۔7تا8)

"جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور وہ دنیا کی زندگی سے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں ان کا ٹھکانہ ان اعمال کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے۔"

(6) من کان یرید الحیوۃ الدنیا و زینتھا نوف علیھم اعمالھم فیھا لا یبخسون

لیک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا وبطل ما کانو یعملون
(ھود۔ 15تا16)

"جو لوگ دنیا کی زندگی اور اسکی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش جہنم کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کیے سب برباد اور جو کچھ کرتے رہے سب ضائع"۔

انسان کی بنیادی ضروریات محدود سی ہیں اور وہ بڑی آسانی سے پوری ہو سکتی ہیں لیکن ہوا و ہوس اور خواہشات کی کوئی حد نہیں یہی وجہ ہے کہ روٹی کپڑا مکان اور دوسری ضروریات کو ہماری لا محدود ہوس نے اس قدر پھیلا دیا ہے کہ یہ انسان کے بس سے باہر ہو کر رہ گئی ہیں۔ اب تو مادہ پرستی کے غلبہ کی وجہ سے کیفیت یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ انسان روٹی کھا کر زندہ رہے۔ روٹی کا غم انسان کو کھا گیا ہے اسے سر چھپانے کے لئے ایک چھوٹا سا کوٹھا درکار تھا لیکن اب بڑی کوٹھی کے شوق نے اسے پھانسی والی کوٹھی لگا دیا ہے اسی طرح موٹر گاڑی کی سواری کا بھوت خود انسان پر سوار ہو گیا ہے۔ اسے تن ڈھانکنے کے لئے سادہ سے کپڑے کی ضرورت تھی لیکن قیمتی ملبوسات اور فیشن کی ہوس اسے ننگا کر کے تنگی کا ناچ نچا رہی ہے۔ انسانی نفس کی بے لگام خواہشات نے تعیشات کو ضروریات کا روپ دے کر بنی نوع انسان کو اس دیوانہ دوڑ میں لگا دیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر کوئی پریشان دکھائی دیتا ہے کیونکہ خواہشات کے مقابلے میں وسائل ہمیشہ محدود ہوتے ہیں۔ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی امت کا انداز فکر اور طرز حیات اس طرح کا نہیں ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو عبدالرحمنؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہؓ سے سنا ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ کیا ہم مہاجر لوگ فقرا میں سے نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کیا تمھاری بیوی نہیں ہے جس کے پاس تم ٹھکانہ کرتے ہو؟ کہا ہاں۔ پھر فرمایا کیا تمھارے پاس رہائشی مکان ہے؟ عرض کیا موجود ہے۔ فرمایا پھر تو تمھارا شمار دولتمندوں میں ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میرے پاس خادم بھی ہیں۔ فرمایا پھر تو تمھارا شمار بادشاہوں میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اپنی زندگی جو اللہ سے محبت کرنے والوں کے لیے کامل نمونہ ہے دنیوی آرائش و

زیبائش سے یکسر خالی ۔ فقر و فاقہ میں بسر ہوتی تھی آپ کی ازواج مطہرات بھی فیضان نبوت کے زیر اثر تسلیم و رضا میں ممتاز ہو چکی تھیں لیکن جب اسلامی فتوحات بڑھنے کی وجہ سے مال غنیمت میں اضافہ ہونے لگا تو ان پاک دامن ہستیوں کے دل میں بھی اپنی حالت کی بہتری کے لئے تحریک ہوئی۔ جب ان مجسم وفا ہستیوں نے اپنی جائز خواہش کا اظہار فرمایا تو یہ بات حضور ﷺ کے اطمینان خاطر میں اس قدر خلل انداز ہوئی کہ آپ تمام ازواج مطہرات سے علیحدہ ہو کر ایک ماہ کے لئے حجرہ نشین ہو گئے آخر کار اللہ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا کہ تمھیں دنیا اور آخرت میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہو گا

یایھا النبی قل لا زواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا و ان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنت منکن اجرا عظیما ○ (الاحزاب ۔ 28)

" اے پیغمبر ﷺ ! اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی زینت و آرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے طلب گار ہو تو تم میں سے جو نیکو کاری کرنے والی ہیں ان کے لئے اللہ تعالے نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے ۔"

ہم لوگ جو نفس کے بہانوں میں آکر اور ابلیس کی ملمع کاری سے فریب کھا کر دنیا کی لذات کے پیچھے دیوانے ہو جاتے ہیں اور مارں نعمتوں کا پیچھا کرنے کے لئے جواز تلاش کرتے پھرتے ہیں اور فکر آخرت سے آزاد ہو جانے کے لئے اپنے مطلب کی تفسیریں لکھتے ہیں مندرجہ بالا واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ ایک معصوم سی خواہش کرنے پر حضور سرور کائنات ﷺ کے شرف زوجیت سے محرومی کا خطرہ پیدا ہو گیا آخر کار ان زہد و اتقاء کی مجسم تصویروں اور اللہ کی پر خلوص بندیوں نے اپنے مطالبے سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ ہم سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو لیتی ہیں۔

جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور یہ غلط گمان رکھتے ہیں کہ کائنات خود بخود ہی وجود میں آ گئی اور ہم اپنے اعمال کے لئے کسی ہستی کے سامنے جواب دہ نہیں ہیں ایسے بے دین

ی آزاد روش اور من مانی کرنے والوں کی ساری توانائیاں اور صلاحیتیں مادی دنیا کی لذات کے حصول میں صرف ہو جاتی ہیں ایسے لوگ جب اللہ کے حضور پیش ہونگے تو ان کی جو حالت زار اس ن ہو گی اس کا نقشہ بھی قرآن نے بڑی خوبی کے ساتھ کھینچ دیا ہے تاکہ کفار کے ساتھ ساتھ ان سلمانوں کو بھی عبرت حاصل ہو جو زبان سے تو ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عملی طور پر اللہ ور اس کے رسول ﷺ کی ہدایات کو نظرانداز کر کے اور ان کی محبت کو ترک کر کے دنیا کے ھموں میں ہی غرق ہو کر رہ گئے ہیں۔

1) قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا" الذين ضل سعيهم فى الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا" اوليک الذين كفروا بايت ربهم ولقائه فحبطت عمالهم فلا نقيم لهم يوم القيمته وزنا ذالک جزاوهم جهنم بما كفروا واتخذوا ايتى رسلى هزوا ○ (الكهف۔103تا106)

"آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ ہم تمھیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے خسارے میں ہیں' ہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ ؛ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس کے سامنے پیش ہونے کا انکار کیا تو ان کے عمال ضائع ہو گئے۔ ہم قیامت کے دن ان کے لئے وزن قائم نہیں کریں گے ان کی سزا جہنم ہے س لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور ہمارے رسولوں کی ہنسی اڑائی۔"

2) ويوم يعرض الذين كفروا على النار اذهبتم طيبتكم فى حياتكم الدنيا فى لارض واستمتعتم بها فاليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تستكبرون بغير الحق و ما كنتم تفسقون ○ (الاحقاف۔20)

"اور جس دن کافر دوزخ کے سامنے کئے جائیں گے تو کہا جائے گا کہ تم لذتیں دنیا کی زندگی ں حاصل کر چکے اور ان سے متمتع ہو چکے سو آج تم کو ذلت کا عذاب ہے یہ اس کی سزا ہے کہ تم مین میں ناحق غرور کیا کرتے تھے اور اس کی کہ بدکاری کرتے تھے۔"

فوجی فقیر

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

گذشتہ چند شماروں میں ہم نے بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری" کی بیان کردہ سبق آموز حکایات آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ اس مرتبہ آپ کا ایک ذاتی واقعہ تحریر کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں دہلی میں تھا تو ایک مرتبہ ایسا بیمار ہوا کہ بیماری ٹھیک ہونے میں آتی ہی نہیں تھی۔ علاج کے سارے طریقے آزمائے لیکن بے سود۔ کوئی دوا اثر ہی نہیں کرتی تھی۔ آخر کار ایک بوڑھے طبیب نے بتایا کہ قدیم طب کی کتابوں میں ایک اصول پڑھا تھا کہ اگر کسی مریض پر کوئی بھی دوا اثر نہ کرے تو وہ کچھ عرصہ کے لئے اس جگہ چلا جائے جہاں وہ پیدا ہوا تھا تو وہ بغیر کسی علاج کے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ جس مٹی سے انسان کا خمیر اٹھتا ہے وہاں کے پانی' پھلوں اور سبزیوں کی اس کے جسم کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہے اور وہاں رہنے سے اس کی مدافعاتی قوت بحال ہو جاتی ہے۔ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے میں فرید آباد چلا گیا۔ ہمارے خاندان کے زیادہ تر لوگ ملازمت پیشہ تھے۔ وہاں صرف ایک چچا تھے جو زمینداری کرتے تھے۔ میں انہی کے ہاں ٹھہرا۔ انہوں نے اپنی زمینوں پر بھی چند کمرے بنا رکھے تھے اور میں وہاں ہی رہتا تھا۔ صبح سویرے اٹھ کر کھیتوں کی سیر کرتا اور گاجریں' مولیاں اور شلجم وغیرہ بھی کھاتا۔ وہاں قریب ہی ریلوے لائن گزرتی تھی اور تھوڑے سے فاصلے پر ریلوے سٹیشن واقع تھا۔ کبھی کبھی میں اور میرے کزن سیر کرتے ہوئے ریلوے سٹیشن تک چلے جاتے۔ اس راستے میں قبرستان تھا۔ جس میں ایک کمرہ بھی بنا ہوا تھا۔ ایک دن ہم سیر کے لئے جا رہے تھے تو اس کمرے میں روشنی دکھائی دی۔ میں سمجھ گیا کہ آج یہاں کوئی مسافر فقیر ٹھہرا ہوا ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ لوگ سیر کریں میں اس فقیر سے گپ شپ لگاتا ہوں۔ جب میں کمرے کے دروازے تک پہنچا تو دیکھا کہ ایک

فقیر فوجی قسم کا خاکی رنگ کا کوٹ پہنے آلتی پالتی مارے آنکھیں بند کئے بیٹھا ہوا ہے۔ پاس ہی
نوجیوں والے بوٹ، پانی والی بوتل، چھتری اور خاکی رنگ کا تھیلا پڑا ہے۔ میں نے السلام
علیکم کہا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں نے ذرا بلند آواز سے سلام کہا تو اس نے
آنکھیں کھولیں اور بڑے جلال سے فرمایا "وعلیکم السلام تم کون ہو اور کس لئے آئے ہو"
میں کسی کے جلال سے کبھی رعب میں نہیں آتا میں نے کہا میں کچھ مانگنے کے لئے نہیں آیا بلکہ
اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مسافر ہیں اور اگر آپ کو بھوک لگی ہوئی ہو تو آپ کے لئے
کھانا لے آؤں؟ فقیر نے بڑے رعب سے حکم دیا "لے آؤ" میں قصبے کی طرف لوٹا لیکن چچا
کے گھر یہ سوچ کر نہ گیا کہ ایک تو کافی دیر ہو گئی تھی اور دوسرے میں خود ان کے ہاں مہمان
ٹھہرا ہوا تھا اور اب ایک مسافر کے لئے کھانے کا انتظام کرنے کو کہتے ہوئے شرم آ رہی
تھی۔ چنانچہ بازار کا رخ کیا اور وہاں سے جو کچھ مل سکا وہ لا کر فقیر کے سامنے رکھ دیا۔ وہ پھر
آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا اور میں نے آواز دینا مناسب نہ جانا۔ میں دروازے کے پاس
کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا "اب کیا ہے؟ جاتے کیوں
نہیں؟" میں نے کہا کہ اس لئے کھڑا ہوں کہ اگر کہیں تو آپ کے لئے پانی بھی لے آؤں۔
انہوں نے کہا کہ لے آؤ۔ میں ان کی فوجی بوتل لے کر قبرستان کے نلکے پر گیا لیکن وہ خراب
تھا۔ پاس ہی ایک تالاب تھا لیکن وہاں سے پانی لینا میں نے مناسب نہ سمجھا۔ پانی لانے کے
لئے اب دوبارہ قصبہ جانے کی ہمت نہیں تھی۔ میں خالی ہاتھ واپس لوٹا اور فقیر کی خدمت
میں عرض کیا کہ پانی تو نہیں ملا۔ اس نے کہا بوتل یہاں رکھ دو ہم خود منگوا لیں گے۔ اس نے
پھر آنکھیں بند کر لیں اور میں دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس نے
آنکھیں کھولیں اور فرمایا "اب کیوں کھڑے ہو؟" میں نے کہا کہ اتنی تکلیف اٹھا کر آپ
کے لئے کھانا لے کر آیا ہوں تو میرے لئے کم از کم دعا ہی کر دو۔ فقیر نے فرمایا کہ "تم بیمار ہو
جاؤ ٹھیک ہو جاؤ گے" اللہ نے کیا میں تندرست ہو گیا اور کچھ دنوں بعد دہلی واپس لوٹ
آیا"۔

تدوین و ترتیب خالد مسعو

(1)۔ داتا صاحبؒ کی روح

(بنام عالمگیر صاحب)71-1-5

"ہمارے بھائی نے جس آدمی محمد الیاس کی بابت لکھا ہے وہ تو پاگل ہے۔ ایک بچے کے ذریعے داتا صاحب کی روح کو بلاتا ہے اور اس بچے سے باتیں پوچھ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ داتا صاحبؒ کو اللہ کے برابر علم غیب تھا۔ تعجب ہے کہ ہمارا یہ بھائی ایسی باتوں پر یقین کرلیتا ہے اور اس آدمی سے فیض اٹھانا چاہتا ہے"۔

(2)۔ روح کا مقام

(بنام محمد مرتضٰی صاحب)63-2-6

"روح کا مقام انسانی جسم میں دماغ کا بطن اول ہے۔ وہاں ایک بلب کی صورت میں اس کی شعاع کا آخری سرا قائم ہوتا ہے۔ باقی جسم میں اس کی روشنی ہوتی ہے۔ اس لئے دماغ جب تک باقی رہے جان باقی رہتی ہے چاہے کوئی عضو کٹ جائے۔ اگر سر کٹ جائے تو دماغ الگ ہو جاتا ہے اور بدن مر جاتا ہے مگر دماغ اڑھائی سال تک کام کرتا رہتا ہے۔ مگر اعضا نہ ہونے کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں کرسکتا"۔

(3)۔ سیلانی اور مقامی روح

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب)63-1-25

قرآن کریم میں جو سوتے میں روح قبض کر لینے کا بیان ہے وہ استعاراتا" بیان ہوا ہے۔ آدمی حقیقتاً" خواب میں زندہ ہی رہتا ہے صرف حواس پنجگانہ مرجاتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ بھی نہیں مرتے۔ کیونکہ آدمی جو خواب دیکھتا ہے اس میں کام کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے نیند کو موت سے استعارہ یا تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ روح ایک ہی ہے سیلانی اور مقامی والا خیال غلط ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کہیں یا کوئی اور۔ باقی اعمال کا لکھا جانا تو وہ پہلے انسان کے دماغ میں اور پھر معنوی طور پر اس کی روح میں ہی لکھے جاتے ہیں۔ یعنی ان کا اثر روح قبول کر لیتی ہے۔ قرآن میں ہے کہ انسان کے برے اعمال سجین اور نیک اعمال علیون میں ہیں۔ سجین اور علیین کیا اور کہاں ہیں یہ لمبا قصہ ہے کبھی زبانی پوچھ لینا"۔

(4)۔ توبہ اور نماز

(بنام محمد صدیق ڈار72-1-23)

"لوگوں کو توبہ اور نماز کی ہدایت کرتے رہیں۔ بظاہر تو حالات بہت خراب ہیں لیکن۔

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو اس سے مایوس امیدوار

مولانا واحد بخش سیال

انسان مجموعہ ہے روح اور جسم کا۔ لہٰذا جب تک روح اور جسم دونوں کی نشوونما اور ترقی نہ ہو انسانی ترقی کا دعویٰ غلط ہے۔ اس اندرونی اور باطنی ترقی و اصلاح کے علم کو علم روحانیت یا تصوف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ایک اعتراض

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ لفظ تصوف چونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں مروج نہیں تھا اس لئے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ دوسرے مذاہب یعنی عیسائیت، ہندو دھرم، بدھ مت اور فلسفہ یونان سے حاصل کیا گیا۔ یہ اعتراض کم علمی اور کج فہمی پر مبنی ہے۔ بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تو علم تفسیر، فقہ، حدیث، علم معانی، علم بیان، علم صرف و نحو وغیرہ بھی مروج نہ تھے۔ کیا یہ علوم بھی غیر اسلامی ہیں؟

صحابہ کرام اسلامی تعلیمات سے روحانی ترقی کر کے منزل مقصود تک پہنچ چکے تھے یعنی فنافی اللہ اور بقاباللہ کے مقامات حاصل کر چکے تھے لیکن اس وقت ان کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ اپنے تجربات اور روحانی ترقی کے اصول اور منازل و مقامات پر کتابیں لکھتے۔ لیکن قرآنی آیات، احادیث نبوی ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال و احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلند ترین منازل قرب تک پہنچ چکے تھے اور دولت کشف و عرفان سے مالا مال تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا مسجد نبوی میں ممبر پر کھڑے ہوئے دو ہزار میل دور ایران میں جنگ میں مصروف جرنیل ساریہؓ کو آواز دینا کہ پہاڑ کی جانب توجہ کرو جہاں دشمن جمع ہو رہا تھا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آپ دولت کشف و کرامات سے مالا مال تھے۔ اسی طرح جب حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں اس خدا کی پرستش کیسے کروں جب تک کہ اسے دیکھ نہ لوں۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کیسے دیکھا جاتا ہے تو فرمایا کہ اللہ کو ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے۔ جب حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کیسے ہیں تو فرمایا "قریب من الاشیا غیر ملامس بعید منها غیر مباین متکلم لا برویه مهید لا بهمته صانع لا بجارحه لطیف لا یوصف بالخفا بصیر لا یوصف بالحاسه رحیم لا یوصف بالرقه" قریب ہے لیکن چھوا نہیں جاتا بعید ہے لیکن علیحدہ نہیں۔ کلام کرتا ہے بغیر دکھائی دیے

ارادہ کرتا ہے بغیر مشقت کے، صانع ہے بغیر تکلیف کے، لطیف ہے لیکن مخفی نہیں۔ بصیر ہے بغیر احساس کے، رحیم ہے بغیر رقت کے" اسی طرح حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے دو علم عطا فرمائے ہیں ایک وہ جو میں نے تم کو بتا دیا ہے (یعنی علم حدیث) دوسرا وہ علم ہے کہ اگر ظاہر کروں تو تم میری گردن کاٹ دو گے۔ اس سے مراد علم باطن ہے۔ غرضیکہ صحابہ کرام کے حالات میں اس قسم کے واقعات کثرت سے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام روحانی ترقی کی بلند ترین منازل پر پہنچ چکے تھے۔ بلکہ تمام صوفیاء کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ بعد کے زمانے کا بڑے سے بڑا ولی اللہ خواہ وہ غوث ہو یا قطب ایک ادنیٰ صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا یہی وجہ ہے کہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ بعض لوگ حضرت امیر معاویہؓ کو ادنی درجہ کا صحابی سمجھتے ہیں لیکن میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر ان کے گھوڑے کے سم کی خاک میری آنکھ میں چلی جائے تو مجھے اپنی نجات کا یقین ہو جائے گا۔

تصوف کے ارکان

تصوف مشتمل ہے چار ارکان پر شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت شریعت بمنزلہ نسخہ ہے طریقت نسخہ پر عمل کرنے کا نام ہے، معرفت اس روشنی کا نام ہے جو عمل کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور حقیقت وہ چیز ہے جو معرفت کی روشنی سے نظر آتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ شریعت تصوف کی بنیاد ہے اور یہی تمام صوفیائے کرام کا عقیدہ اور عمل رہا ہے حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے شرح مثنوی مولانا رومؒ کے آغاز میں تصوف کی حقیقت کے متعلق یہ حدیث نقل کی ہے الشریعت اقوالی والطریقت افعالی والمعرفته احوالی والحققت سری (یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ شریعت میرے اقوال کا نام ہے۔ طریقت میرے اعمال کا معرفت میرے احوال یعنی کیفیات روحانی کا اور حقیقت میرے اسرار و رموز کا نام ہے)

امام مالکؒ کا قول ہے کہ من تصوف ولا تفقہ ونذق من تفقہ ولا تصوف تفسق من جمع بینھا تحقق (جس نے تصوف پر عمل کیا لیکن فقہ نہ سیکھا وہ گمراہ ہوا۔ جس نے فقہ سیکھا لیکن تصوف نہ سیکھا وہ فسق و فجور میں مبتلا ہوا جس نے دونوں کو جمع کیا وہ حقیقت کو پہنچا)۔ اس سے ظاہر ہے تصوف اور شریعت میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ تصوف کہو یا طریقت یہ شریعت کی جان ہے اور روح اسلام ہے روحانیت کے بغیر اسلام ایک خالی ڈھانچہ اور مردہ جسم ہے۔ اسلام اپنی روحانیت کی بدولت قلیل مدت میں دوسرے مذاہب پر غالب آ گیا اور بڑی بڑی سلطنتیں اس کے سامنے دب گئیں۔ ہمارے زوال کی اصلی وجہ یہی ہے کہ علم ظاہر تو بہت ہے لیکن علم روحانیت کی

کمی ہے جب تک علم روحانیت کو از سر نو دنیا میں نہیں پھیلایا جائے گا۔ تاریکی، گمراہی اور بدامنی کا خاتمہ نہیں ہو گا۔

جاہلوں نے تصوف کو چیستاں بنا رکھا ہے

جاہل صوفیوں اور خود غرض ڈبہ پیروں نے تصوف کو چیستاں بنا رکھا ہے۔ وہ نہ اسلام کو جانتے ہیں نہ شریعت کو اور نہ ہی تصوف سے واقف ہیں۔ اسلامی فرائض نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر پابندیوں سے پیچھا چھڑانے کے لئے انہوں نے عام لوگوں میں تصوف اور فقیری کے متعلق من گھڑت قصے بنا رکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے فقیری اور چیز ہے۔ فقیری حاصل کرنے کے لئے آدمی کو گھربار، بال بچے، مال و دولت، رشتہ دار وغیرہ چھوڑ چھاڑ کر ویرانوں میں رہنا پڑتا ہے اور مست قلندر بن کر پھٹے پرانے کپڑوں میں رہنا پڑتا ہے روزی کمانے کی بجائے غیب سے کوئی چیز ملنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے کوئی چیز مل جائے تو فبہا نہ ملے تو صبر کرنا پڑتا ہے۔ اس قسم کے عقائد کو ثابت کرنے کے لئے وہ بڑے بڑے بزرگوں کا نام لیتے ہیں اور ان کے متعلق من گھڑت قصے اور کہانیاں لوگوں کو سناتے پھرتے ہیں۔ یہ سب غلط اور بے بنیاد چیزیں ہیں تصوف ہو یا طریقت فقیری ہو یا درویشی یہ سیدھا سادہ اسلام ہے۔ نہ اس میں ترک دنیا ضروری ہے نہ گھربار چھوڑنا اور نہ پھٹے پرانے کپڑے پہننا ضروری ہے۔ ہاں جو بات اس میں ضروری ہے اور جسے یہ غیر ضروری بتاتے ہیں وہ شریعت کی پابندی اور صوم و صلوۃ میں مستعدی ہے صحابہ کرام کو دیکھو کاروبار کرتے تھے۔ جہاد کرتے تھے۔ نمازیں پڑھتے روزے رکھتے تھے۔ حج کو جاتے تھے شادی بیاہ کرتے تھے بال بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ اور اس کے ساتھ شب بیدار بھی تھے ذاکر و شاغل بھی تھے۔ روحانی منازل و مقامات بھی طے کرتے تھے اور خدا رسیدہ بھی تھے اسی طرح اکابر صوفیاء و مشائخ کی زندگیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر حضرات روزی کمانے کے لئے کوئی نہ کوئی کام کرتے تھے۔ مثلاً" حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تجارت کرتے تھے اور آپ کا مال دور دراز ملکوں میں جہازوں کے ذریعے بھیجا جاتا تھا۔ شیخ فرید الدین عطارؒ عطر فروش تھے۔ حضرت ابوبکر وراقؒ کاغذ کی تجارت کرتے تھے۔ عمر خیام جو مشہور شاعر ہیں اور بعد میں صوفی ہوئے خیمہ بناتے تھے۔ حضرت ابوالعباسؒ قصاب قصائیوں کا کام کرتے تھے۔ بعض حضرات جوتے بناتے تھے۔ بعض کھیتی باڑی کرتے تھے۔ بعض صنعت و حرفت میں مشغول تھے یہ حضرات بیوی بچوں کے ساتھ رہتے تھے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے خوب اہتمام کرتے تھے۔ اور جب تک اسلامی علوم میں تحصیل تمام نہیں کر لیتے تھے ان کو چین نہیں آتا تھا۔ صوم و صلوٰۃ کی ادائیگی میں

...روزگار تھے۔ ان میں سے اکثر ایسے حضرات تھے جو برسوں تک عشا کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔

یہ صحیح ہے کہ بعض حضرات فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے تھے لیکن ان کا یہ فقر و فاقہ آنحضرت ﷺ کی طرح اختیاری ہوتا تھا نہ کہ اضطراری۔ جو کچھ ان کے پاس ہوتا راہ حق میں غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ بعض حضرات اس لئے روزی کمانے سے اجتناب کرتے تھے کہ وہ ہمہ تن اور ہمہ وقت ہدایت خلق میں مصروف رہتے تھے لیکن ان کی بسر اوقات کے لئے امراء و سلاطین وظائف مقرر کر دیتے تھے تاکہ ان کے ہدایت خلق جیسے اہم ترین فریضہ میں حرج نہ ہو۔ یہ بات جائز ہے اگر آنحضرت ﷺ روزی کمانے کے لئے کوئی پیشہ اختیار کرتے تو خلق خدا کو ہدایت کون دیتا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفتہ المسلمین منتخب ہونے کے دوسرے روز کپڑوں کے تھان کندھے پر اٹھا کر خرید و فروخت کے لئے بازار چل دیئے۔ حضرت عمرؓ نے جب دیکھا تو عرض کیا کہ حضرت اگر آپ نے تجارت کی تو خلافت کے فرائض کون ادا کرے گا۔ اس کے بعد انہوں نے بیت المال سے ایک حقیری رقم اپنے لئے مقرر کر لی لیکن ایک دن جب آپ کی اہلیہ نے حلوا تیار کیا تھا تو آپ نے حکماً اپنی تنخواہ سے ایک پیسہ روزانہ کے حساب سے کم کر دیا اس خیال سے کہ ایک پیسہ کی بچت ہو سکتی ہے۔

دنیا میں آسان ترین کام وصال حق ہے

ہم قارئین کو یقین دلاتے ہیں اور ہمارا یہ اپنا تجربہ ہے اور ہزاروں لاکھوں سالکین راہ طریقت کا تجربہ ہے کہ علم روحانیت حاصل کرنے اور مقامات و منازل طے کرنے کے لئے قطعاً گھر بار اور کاروبار ترک کرنے کی ضرورت نہیں۔ شروع میں اس کام کے لئے نماز، روزہ کی پابندی کے علاوہ کوئی نصف گھنٹہ کے قریب زائد کام یعنی ذکر اللہ میں مصروف ہونا پڑتا ہے۔ اس قسم کے کئی صرف گھنٹے ہم چائے اور سگریٹ نوشی یا دوستوں کے ساتھ گپ شپ میں گزار دیتے ہیں مشائخ کے بتائے ہوئے ذکر و اذکار روزانہ آدھ گھنٹہ کرنے کی تاثیر دیکھ کر آپ کو خود احساس ہو گا کہ کام کس قدر تھوڑا ہے اور انعام کس قدر بلند۔ اس کام میں سب سے زیادہ جو چیز فائدہ دیتی ہے وہ خلوص نیت ہے جو شخص محض حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے روزانہ تھوڑا بہت وقت نکال کر یہ کام شروع کرتا ہے تو رحمت حق اس کے گھر میں آکر اسے گھیر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دو ہاتھ چل کر آتا ہوں اور جو شخص چل کر میری طرف آتا ہے میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں اب آپ بتائیں کہ دنیا میں کونسی ایسی

چیز ہے کہ جو آپ کے پاس دوڑ کر آتی ہے۔ اس لئے مشائخ عظام نے لکھا ہے کہ

دنیا کی سب سے بڑی کامیابی

دنیا کی سب سے بڑی کامیابی اور خوشی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے اور دنیا کی سب سے بڑی ناکامی اور نامرادی اللہ سے تعلق کا نہ ہونا ہے اور دنیا میں آسان ترین کام حق تعالیٰ کا قرب و وصال حاصل کرنا ہے اور کیوں نہ ہو جب آپ کے ایک قدم چلنے سے اللہ تعالیٰ دو قدم آپ کی طرف آتے ہیں تو اس سے زیادہ آسان کام کیا ہو سکتا ہے اور یہ بھی خیال فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک قدم کتنا بڑا ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کی نیت کرلیں وہ خود بخود آپ کے گھر تشریف لائیں گے۔

بادشاہ کا گھر میں مہمان ہونا نازک بات ہے

لیکن اس بات کا خیال کرلیں کہ جب آپ اتنے بڑے بادشاہ بلکہ بادشاہوں کے بادشاہ کو اپنے گھر پر آنے کی دعوت دیتے ہیں تو اس سے پہلے گھر کی صفائی لازمی ہے۔ گھر کو صاف ستھرا کرنے کے علاوہ یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ خانہ دل میں کوئی غیراللہ تو نہیں رہ گیا۔ دوسرے الفاظ میں یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس عظیم الشان مہمان کے ساتھ آپ نے کسی غیر کو تو دعوت نہیں دے دی یا پہلے سے کسی اور کو تو گھر میں نہیں بٹھا رکھا۔ اگر آپ کے خانہ دل میں غیر کی محبت کا قبضہ ہے تو وہ عظیم الشان مہمان اندر نہیں آئے گا ایسے گھر میں آنے میں وہ اپنی بے عزتی خیال کرے گا۔

سلوک الی اللہ کی حقیقت

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ کوئی عجوبہ روزگار نہیں بلکہ سیدھا سادہ اسلامی احکام پر پابندی سے عمل کرنے کا نام ہے۔

عقائد کی درستی

سب سے پہلے اس میں عقائد کو درست کرنا پڑتا ہے وہی ایمان کی شرطوں کو دہرایا جاتا ہے یعنی اللہ ایک ہے نبی برحق ہے۔ قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے۔ قیامت دوزخ و بہشت برحق ہیں تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں برحق تھے اور سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی یعنی خاتم الانبیاء ہیں نبوت اور رسالت آپ پر ختم ہے اور قیامت تک آپ کی نبوت جاری رہے گی۔

ارکان دین کی پابندی

عقائد کی درستی کے بعد ارکان دین مثل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی لازمی ہے۔ ارکان ین کو ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں توبہ کرنے سے ارے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ضل اللہ

ں تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے عبادات اور مجاہدات اس وقت تک کامیاب نہیں وتے جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو۔ اللہ کے فضل کے بغیر یہ دولت کسب ے حاصل نہیں ہوتی اس لئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے فضل و کرم اور بے حساب رحمت اور بے ساب بخشش کی دعا کرنی چاہئے۔ قرآن عظیم کہتا ہے ذالک فضل اللہ یوتی من یشاء

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ضرورت شیخ

سلوک الی اللہ طے کرنے میں شیخ یعنی پیر کامل سے بیعت ضروری ہے بعض حضرات ایسے تے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جذب کے ذریعہ سے بغیر وساطت شیخ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں لیکن اس ہ میں اکثر و بیشتر کامیابی پیر کامل کے بغیر مشکل ہے۔ قرآن عظیم میں شیخ کامل کی صحبت و تربیت کی کید وارد ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کونوامع الصادقین (صادقین یعنی صادق الحال لوگوں کی بت اختیار کرو) صادق اسے کہتے ہیں جس کا ایمان تقلید سے گزر کر تحقیق اور تصدیق تک پہنچ چکا ۔ یعنی وہ مرد کامل سنی ہوئی چیزوں کو اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھ کر تصدیق کر چکا ہو۔ نیز فرمایا سئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (جس بات کو تم نہیں جانتے اہل ذکر سے دریافت کرو) نیز یا وابتغوا الیہ الوسیلہ (اللہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو) بزرگان کرام فرماتے ہیں کہ ۔ قوم میں شیخ کی وہی حیثیت ہے جو ایک امت میں نبی کی۔ نیز یہ کہ جس کا کوئی شیخ (مرشد) نہیں اس کا شیطان شیخ ہوتا ہے۔ مزید بر آں آنحضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ نیز فرمایا میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک ب اللہ دوسری اہل بیت، اہل بیت وہ کشتی ہے کہ اس پر بیٹھ کر تم گمراہ نہیں ہو گے۔

استاد کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں ہو سکتا

اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنا تو بڑی چیز ہے دنیا کے چھوٹے سے چھوٹے کام سیکھنے کے لئے بھی استاد کے بغیر کام نہیں بنتا۔ ڈاکٹر سے تعلیم حاصل کئے بغیر کوئی شخص ڈاکٹر نہیں بن سکتا۔ انجینئر سے تربیت حاصل کئے بغیر کوئی شخص انجینئر نہیں بن سکتا۔ تیراکی، گھوڑ سواری، کھیتی باڑی، گری وغیرہ۔ آدمی کوئی کام کتابیں پڑھ کر نہیں سیکھ سکتا بلکہ استاد کامل کا محتاج ہوتا ہے یہ تو ظاہر امور ہیں جو آنکھوں سے دیکھے جا سکتے ہیں لیکن روحانیات میں تو ارواح سے تعلق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اور پیغمبر علیہ السلام سے تعلق ہوتا ہے جو آنکھوں سے اوجھل ہیں اس لئے اس کام میں دیگر کاموں سے زیادہ استاد کامل کی ضرورت ہے اگر استاد کی ہدایت کے بغیر یہ کام ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ زمانے میں کتاب نازل کر دیتے اور انبیاء کو مبعوث کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن سنت اللہ اس طرح جاری ہے کہ کتاب کے ساتھ معلم کتاب کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے کے بعد ضرورت شیخ ختم ہو گئی کیونکہ آپ نے قرآن پر عمل کر کے دکھا دیا کہ اس طرح یہ کام کیا جا سکتا ہے اور آپ کے عمل کا سارا حال حدیث نبوی میں موجود ہے۔ یہ استدلال غلط ہے اگر صحیح ہوتا تو آپ کے بعد نہ قرآن میں صادقین کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید ہوتی نہ احادیث میں شیخ کی ضرورت پر زور دیا جاتا نہ صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کی اقتدا کی۔ آں حضرت ﷺ تاکید فرماتے بلکہ قرآن و حدیث کو کافی سمجھتے لیکن یہ نہیں کیا گیا اور جا بجا آنحضرت ﷺ کی تعلیمات میں ہادی اور رہبر و شیخ کامل سے تربیت حاصل کرنے کی تاکید آئی ہے۔

جس طرح صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ سے ذاتی طور پر ہدایت حاصل کرنے کی ضرورت تھی اسی طرح آنحضرت کی پردہ پوشی کے بعد آپ ﷺ کے خلفا اور جانشینوں سے ہدایت کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں نبوت کے چار منصب بتائے گئے ہیں یتلوعلیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمہ (نبی علیھم السلام قرآن کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں ان کا تزکیہ نفس کرتے ہیں ان کو کتاب اللہ کے مطابق تعلیم و تربیت دیتے ہیں اور حکمت یعنی اسرار و رموز حق تعالیٰ سے آگاہ کرتے ہیں) ان چار کاموں میں سے پہلا کام صرف معلم کے بغیر ممکن نہیں باقی تین کام یعنی لوگوں کا باطنی توجہ سے تزکیہ نفس کرنا، احکام خداوندی کی روشنی میں لوگوں کی تربیت کرنا اور ان کو اسرار و رموز سکھانا۔ شیخ کامل اور پیر روشن ضمیر کے بغیر ناممکن ہیں۔ ان کاموں کے لئے شخصی عنصر PERSONAL ELEMENT کی ازحد ضرورت ہے۔ احادیث سے ثابت

ہ آنحضرت ﷺ کے رخ انور کی زیارت، آپ کے تکلم اور آپ کے چھونے سے صحابہ کرام
ے روحانی مراتب طے ہو جاتے تھے ایک دفعہ جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی
نص سچا ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ کو اپنے بال بچوں اور مال و دولت اور جان سے عزیز
یں رکھتا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضور میں اپنے اندر یہ کیفیت محسوس نہیں کرتا۔
پ ﷺ نے فرمایا کیا تم محسوس نہیں کرتے اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضور اب
سوس کرتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ آپ کے ہمکلام ہونے سے یہ دولت حاصل ہو گئی۔ ایک دفعہ ایک
حابی کو آنحضرت ﷺ کسی علاقہ کا عامل مقرر کر کے بھیج رہے تھے اس نے عرض کیا کہ حضور
ﷺ میں اپنے اندر یہ قابلیت محسوس نہیں کرتا۔ آپ نے اس کے کندھے پر ہاتھ لگایا تو وہ چلا
ٹھا کہ حضور اب محسوس کرتا ہوں۔

حضرت سلمان فارسیؓ جب پہلی دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخ انور پر نظر پڑتے
ی آپ کے روحانی مراتب بلند ہو گئے اور آتے ہی قدموں پر گر کر مسلمان ہو گئے۔ کیا یہ بعد میں
نے والے لوگوں کے لئے زیادتی نہ ہوگی کہ صحابہ کرامؓ تو آنحضرت ﷺ کی صحبت اور باطنی
جہ سے اس قدر فائدہ اٹھائیں اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے قرآن و حدیث کی کتابیں
امنے رکھ دی جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ روحانی منازل طے کرانے کے لئے ایسے رہبر کامل کی
رورت ہوتی ہے کہ باطنی آنکھوں سے قلب کی بیماریوں پر نظر ڈال کر ان کا علاج کرے علمائے ظاہر
ر اولیاء کرام کے طریقہ ہدایت میں یہی فرق ہے کہ علمائے ظاہر صرف پانی یا شربت کی خوبیوں پر
ی لمبی تقاریر کرنا جانتے ہیں پیاسے کے حلق میں پانی نہیں ڈال سکتے اس کے برعکس اولیائے کرام
رف شربت پر تقریر نہیں کرتے بلکہ پیاسے کے حلق میں شربت بھی ڈال دیتے ہیں کیونکہ پیاسے
ی پیاس صرف شربت پر تقریر سن کر نہیں بجھتی۔ وہ صاحب بصیرت ہوتے ہیں قلب کی بیماریوں پر
ظر ڈال کر اس کی حالت کو دیکھ لینا احادیث سے ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اتقوا
راست المومن انه ینظر بنور الله "مومن کی باطنی بصیرت سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے
یکھتا ہے" نیز حدیث قدسی بی یبصر اور بی یسمع سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب مومن اللہ کی
نکھوں سے دیکھتا ہے اور اللہ کے کانوں سے سنتا ہے تو کیا کچھ دیکھ اور سن نہیں سکتا کشف و
رامات تو اسلام کی مسلمہ باتوں میں سے ہے ان کا کسی نے انکار نہیں کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ شیخ کامل کی طریقت میں از حد ضرورت ہے کیونکہ وہ ذاتی تجربہ کی بنا پر
الی اللہ اور سیر فی اللہ کی تمام منازل سے آگاہ ہوتا ہے اور مرید کا ہاتھ پکڑ کر دشوار گذار گھاٹیوں
ر وادیوں سے پار کراتا ہے کیونکہ دین کا راستہ جہاں آسان ہے وہاں ڈاکو اور راہزن بھی پڑتے ہیں

کیونکہ سالکین راہ حقیقت کے پاس بڑی دولت ہوتی ہے ایسی دولت کہ دنیا کی کوئی دولت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور شیطان اس دولت کو دیکھ کر حسد کرتا ہے اور راہزنی پر اتر آتا ہے۔ یہ فقط باتیں نہیں ہیں آپ اس کوچہ میں آکر خود دیکھ سکتے ہیں کہ مشائخ عظام جو آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے ورثاء اور خلفاء ہیں کس طرح نبی علیہ السلام کی طرح باطنی توجہ سے مریدین کا تزکیہ نفس کرتے ہیں اور باطنی فیض سے قلوب کو بھر دیتے ہیں۔ یہ کام اہل مزارات بھی کر سکتے ہیں۔ جس طرح آج بھی آنحضرت ﷺ اپنی امت کے لوگوں کے حالات اپنی باطنی آنکھوں سے معلوم کر کے انکی اعانت فرماتے رہتے ہیں اسی طرح باقی اہل مزار بھی یہ کام کر سکتے ہیں کیونکہ وہ بھی نائب نبی ہوتے ہیں اہل مزارات سے فیض روحانی حاصل کرنے کا نام اویسی نسبت ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت غوث الاعظم کی روحانی تربیت آنحضرت ﷺ نے خود کر دی تھی لیکن آگے سلسلہ چلانے کے لئے آپ نے فرمایا کہ ظاہری شیخ کی ضرورت ہے اور جا کر فلاں شیخ کی بیعت کر لو۔

اس سلسلے میں غیر مقلدین کے امام حضرت امام ابن تمیمیہؒ کے شاگرد رشید حافظ ابن قیمؒ کی کتاب "کتاب الروح" دیکھنے کے قابل ہے اس میں وہ پکے صوفی نظر آتے ہیں۔ کتاب مذکور میں انہوں نے بے شمار ایسے واقعات نقل کئے ہیں جن کی رو سے آنحضرت ﷺ کا اپنے مزار مبارک میں بیٹھے ہوئے امت کے لوگوں کے حالات سے واقف ہونا اور ان کی اصلاح فرمانا ثابت ہوتا ہے اس کے علاوہ حافظ ابن قیمؒ نے حضرت شیخ اسماعیل ہرویؒ کی مشہور کتاب "سیر السالکین" کی شرح لکھی ہے جس کا نام "مدارج السالکین" ہے۔ یہ کتاب یعنی یہ شرح علوم تصوف و روحانیت میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ خود امام ابن تمیمیہؒ سلوک کی تمام منازل مثلاً فنا فی اللہ بقا باللہ، سکر و صحو وغیرہ کے قائل تھے کاش کہ آج کل کے غیر مقلد حضرات امام ابن تمیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ جیسے تصوف کے حامیوں کی تقلید کرتے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکابرین دین کے آج کل کے معتقدین ان کے مسلک سے ہٹ گئے ہیں جس طرح اہل حدیث اہل حدیث نہیں رہے۔ اسی طرح نہ آج کل دیوبندی حقیقی معنوں میں دیوبندی ہیں نہ آجکل کے بریلوی حقیقی معنوں میں بریلوی ہیں۔ اکابر دیوبند خالص صوفی تھے ان کی کتابوں کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اکابر بریلوی بھی صوفی تھے۔ لیکن نہ آج کل کے دیوبندی صوفی ہیں نہ بریلوی صوفی ہیں اگر کچھ ہیں تو ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور گالی گلوچ سے ایک دوسرے کی تواضع کرنے اور روپیہ پیسہ کمانے میں ماہر فن ہیں۔

علامات شیخ کامل

ضرورت شیخ سمجھ لینے کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ شیخ کامل کون ہوتا ہے اور اس کی

...ات کیا ہیں۔ بزرگان دین نے شیخ کامل کی مختصر یہ چار علامات لکھی ہیں اول وہ متبع شریعت ہوں
...ر کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر سلوک تمام کر کے منازل قرب، وصال، فنافی اللہ اور بقا طے کر
...کے ہوں۔ دوم جب ان کی صحبت میں بیٹھو تو کم از کم اسی وقت کے لئے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف
...جوع پیدا ہو۔ سوم ان کے مریدین کو دیکھنا چاہئے کہ ان میں کیا اثر ہوا ہے یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ
...ن کی نسبت لازم ہے یا متعددی یعنی وہ صرف اپنے لئے کامل ہے یا دوسروں کی ہدایت کا کام بھی
...ن کے سپرد ہے۔ شیخ کے لئے تمام علوم دین پر حاوی ہونا ضروری نہیں بلکہ فرائض، سنن، نوافل
...بادات کی بجا آوری اور محرمات یعنی حرام کاموں سے اجتناب اور جائز و ناجائز امور میں تمیز کرنے
...ی قابلیت کافی ہے۔ ہاں یہ بات ضروری ہے کہ سالکین کے قلبی امراض اور ان کے علاج سے
...اقف ہو اور ریاضت و مجاہدہ کے طریقے ہر شخص کی استعداد کے مطابق جانتا ہو اور عقلمند ہو تاکہ
...ریدین کے مزاج اور ان کی برائیوں کو معلوم کر سکے اور راہ حق کے تمام ایسے علوم و معارف میں
...ہارت تامہ رکھتا ہو جن کی مریدین کو ضرورت پڑتی ہے۔ شیخ کے لئے مقامات و منازل تلونیات اور
...کونیات سے گزر کر مرتبہ فنا الفنا اور بقا البقا تک پہنچنا بھی ضروری ہے تاکہ سالکین کی راہنمائی کر
...کے۔ شیخ کی شرائط میں سے یہ بھی ہیں کہ وہ کریم، رحیم، صابر اور حلیم ہو سخت رو، ترش مزاج، تلخ
...لام اور بد خلق نہ ہو۔ دنیا پرست، زینت کا طالب اور حریص نہ ہو۔

...لوک الی اللہ میں عشق کا مقام

فضل اللہ اور ضرورت شیخ کے بعد طریقت میں عشق بے حد ضروری ہے عشق دین اسلام کی
...ل ہے اس کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مومن لوگ شدت سے اللہ
...لیٰ سے محبت کرتے ہیں اشد حب لله (شدت سے محبت کرنے والے) نیز فرمایا قل ان کنتم
...حبون الله فاتبعونی یحببکم الله (اے نبی ﷺ کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو
...را (نبی کا) اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا) جس سے اللہ محبت کرے وہ اللہ کا محبوب ہوتا ہے
...اس سے ظاہر ہے کہ اتباع رسول اللہ سے مقام محبوبیت حاصل ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں لا ایمان لمن لا محبہ له (جسے محبت نہیں اسے ایمان نہیں)
...پ نے یہ جملہ تین دفعہ دہرایا۔ پس اس کوچہ میں عشق کے بغیر کام نہیں چلتا۔ عشق اسلام کی
...ن اور طریقت کی روح ہے عشق باعث تخلیق کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کنت کنزا
...خفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق (میں ایک مخفی خزانہ تھا مجھے اس بات کی محبت ہوئی
...مجھے لوگ دیکھیں اس لئے میں نے خلقت کو پیدا کیا) اس سے ظاہر ہے کہ کائنات کی بنیاد عشق

پڑھے

از تقاضائے حب جلوہ پری
اندر آمد حصار شیشہ پری

(اپنے حسن و جمال کا جلوہ دکھانے کے لئے پری نے آئینہ میں جھانکا اور اس کے اندر گرفتار ہو
گئی)

بضمیرت آرمیدم تو بجوش خود نمائی
ز کنار فگندی در آفتاب خودرا

(میں (انسان) تیرے (حق کے) دل میں بسر کر رہا تھا۔ تونے خود نمائی کے جوش میں آکر ا
تابندہ گوہر کو دل سے نکال کر باہر پھینک دیا)

عشق ہی کے احسانات کو دیکھ کر عارف رومی چلا اٹھے

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما

(خوش رہو اے میرے عشق "اے میرے جنوں" اے میری تمام بیماریوں کی دوا)

شیخ فرید الدین عطارؒ عشق کی مدحت یوں کرتے ہیں

درد حاصل کن کہ درماں درد تست
در دو عالم داروئے جاں دردتست

(درد حاصل کر کیونکہ یہ تیرا درماں یعنی دوا ہے دونوں جہانوں میں درد ہی جاں کی دوا ہے)

کسی نے خوب کہا ہے

گر عشق نہ بودے و غم عشق نہ بودے
ایں سخن نغز کہ گفتے کہ شنیدے

"اگر عشق ہوتا اور غم عشق نہ ہوتا تو یہ کھری باتیں کون کہتا اور کون سنتا"

علامہ اقبالؒ بھی عشق کی قدر جانتے ہیں فرمایا۔

ذوق حضور در جہاں رسم صنم گری نہاد
عشق فریب مے دہد جان امیدواررا

(خواہش دیدار باری تعالیٰ نے بت گری کی رسم شروع کی۔ یہ عشق طالب دیدار کو کئی ف

(بتاہے) امیر خسرو فرماتے ہیں۔

در وہا دادی و درمانی ہنوز
جاں رتن بڑی و درجانی ہنوز

(تو نے بے شمار درد دیئے ہیں پھر بھی تم میری دوا ہو۔ میری جان نکال لی ہے پھر بھی جان کے اندر ہو)

لذات قرب

آپ جانتے ہیں کہ دین اسلام کی طرف لوگ اس لئے نہیں آتے کہ وہ دنیاوی زندگی کی لذتیں مثلاً" شراب و کباب اور چنگ ارباب نہیں چھوڑ سکتے لیکن مقربان بارگاہ حق تعالیٰ حق تعالیٰ کے قرب و وصال میں اس قسم کی تمام لذات بدرجہ اعلیٰ و اتم حاصل کرتے ہیں بلکہ شراب وصل اور محبوب حقیقی کے جو جلوے اس کوچہ میں ہیں اس کا کروڑواں حصہ بھی محبوبان مجازی اور شراب مادی سے حاصل نہیں ہوتا۔ مادی شراب کا یہ حال ہے کہ پی پی کر لوگ اس سے تنگ آ گئے ہیں۔ صحت خراب کرتی ہے' دماغ پریشان کرتی ہے۔ بیش بہا رقم صرف ہوتی ہے لیکن اس کا اثر کیا ہے' نہایت عارضی اور نقصان دہ ہے لیکن شراب وصل کے کیا کہنے ایک پیالہ نہیں دو نہیں تین نہیں' صراحی اور خم پی جاؤ' ندی نالے نہیں دریا نوش کر لو لیکن پھر بھی آپ پر جوش ہیں' شاداب ہیں' جوش و خروش میں وصل حبیب اور اس کے حسن و جمال کے مزے اڑا رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اس کا حسن و جمال کیا ہے۔ محبوبان مجازی اس حسن ازلی کا ادنیٰ کرشمہ ہیں۔ محبوبان مجازی کے وصل کی ایک انتہا ہے جہاں پہنچ کر آدمی بدمزہ ہو جاتا ہے لیکن محبوب حقیقی کے وصال کی کوئی انتہا نہیں۔ آپ کروڑوں برس وصل میں رہیں تب بھی پیٹ نہیں بھرتا کیونکہ حسن و جمال الٰہی کی کوئی حد نہیں۔

نہ حسنش نمایئے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستقی و دریا ہمچناں باقی

(نہ دوست کے حسن و جمال کی کوئی حد ہے نہ سعدی کی مدحت کی حد ہے ہوتا یہ ہے کہ عاشق شراب وصل پی پی کر ختم ہو جاتا ہے لیکن دریا چلتا رہتا ہے)۔

جنات نہیں جادو بھی نہیں

اکبر علی راجہ ایم اے

پھر یہ کیا ہے؟ سائنس کا نیا انکشاف! نفسیات کے ڈاکٹروں اور علماء دین کے لئے لمحہ فکریہ میں یہ مضمون پیش تو کر رہا ہوں لیکن اس کا وہ اثر نہیں ہو گا جو میں نے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور جو ہونا چاہئے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم لوگوں نے بعض پر اسرار مظاہر کی بے بنیاد تاویلیں گھڑ رکھی ہیں اور اس باطل کو ہمارے ہاں برحق مانا جاتا ہے۔

ایک فتویٰ ہمارے ملک میں عام ہے کہ تعلیم کی کمی ہے 'لوگ پسماندہ ہیں اس لئے وہ لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں اور اس کے نتیجے میں کئی ایک مفروضے برحق عقیدوں کی صورت اختیار کر گئے ہیں لیکن اس حقیقت کے بارے میں کیا رائے دی جائے کہ ہمارا صرف پڑھا لکھا طبقہ ہی نہیں اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کے بھی کئی ایک لوگ مفروضوں کو حقیقت مانتے ہیں۔

پیروں 'عاملوں اور "شاہ صاحبوں" کی کرامات کو ماننے والوں اور ان کے کٹڑ مریدوں میں ان پڑھوں کے ساتھ پڑھے لکھے اور ڈگری یافتہ لوگ بھی شامل ہیں۔

جدوجہد سے فرار کے عادی لوگوں میں جو جوتشیوں 'نجومیوں' دست شناسوں اور مجذوبوں سے اپنی قسمت بہتر بنواتے ہیں' وہ سب ان پڑھ اور پسماندہ نہیں ہوتے' ان میں تعلیم یافتہ خواتین و حضرات برابر کے شریک ہیں۔

اخباروں میں بھی آپ نے پڑھا ہو گا کہ ہمارے وزیر اعظم ' دیگر وزرا' سیاسی لیڈر اور ایسے ہی بالائی طبقوں کے افراد ایک مجذوب فقیر کے پاس جاتے ہیں۔ وہ اپنے سائلوں کو اپنی چھڑی مارتا ہے۔ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ درویش یا سائیں جسے چھڑی کی ضربیں لگاتا ہے اس کا تو بیڑہ ہی پار ہو جاتا ہے۔

میرا موضوع کچھ اور ہے لیکن یہ حقیقت بے نقاب کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا کہ بے نظیر بھٹو بھی اسی نام نہاد برگزیدہ سائیں کے ہاں حاضری دیتی رہی ہیں اور اس کے ہاتھ سے چھڑیاں بھی کھائی ہیں۔ اخباروں میں ان کی فوٹو چھپی تھی جس میں وہ اس شخص کے سامنے زمین پر بیٹھی ہیں۔ ان کے چہرے پر عقیدت مندی کا تاثر ہے لیکن بے نظیر کا بیڑہ پار ہونے کی بجائے ایسا غرق ہوا ہے کہ کرپشن اور نااہلی کے الزام سے معزول ہوئیں اور الیکشن میں ایسی شرمناک شکست کھائی جس کی ان کے دشمنوں کو بھی توقع نہیں تھی۔

دیہاتی تو اس معاملے میں محض بدنام ہیں۔ شہری لوگ اس قباحت میں برابر کے شریک ہیں' البتہ یہ کہنا صحیح ہے کہ دیہاتی کم علمی' سادگی اور مجبوری کی بدولت پیر اور شاہ جی کے ہاتھوں بڑی جلدی اور آسانی سے بیوقوف بن جاتے ہیں۔

ادر بے علمی کی بات آتی ہے تو کیا آپ کا ذہن چودہ صدیاں پیچھے نہیں چلا جاتا؟ یاد کیجئے وہ عرب
ذار تھے جنہوں نے پیغام حق قبول کیا اور اسے آدھی سے زیادہ دنیا میں پھیلا دیا تھا انہیں کسی نے
یا نہیں تھا، کوئی لالچ نہیں دیا تھا ان میں اتنی عقل تھی کہ راہنمائی اور روشنی ملی تو انہوں نے حق
پہچان لیا۔

ی عقل ہمارے دیہاتیوں میں بھی ہے پھر یہ گمراہ کیوں ہوئے؟ اس لئے کہ انہیں گمراہ کیا۔ باطل کو
امنے بڑے دلکش انداز سے رکھا گیا اور انہیں یہ فریب دیا گیا کہ یہ مانو گے اور ہماری مریدی میں آ
ہر مراد پوری ہو گی، دشمن زیر ہو گا اور مالا مال ہو جاؤ گے۔

س کے برعکس ان جاہل عربوں کو صراط مستقیم دکھایا گیا اور انہیں نہ صرف یہ بتایا گیا کہ اللہ کی نگاہ
ن کا درجہ کتنا بلند ہے اور اللہ نے انسان کو واجب التکریم پیدا کیا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے
کریم اور عظمت دی۔ عرب لوگ کسی شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوئے نہ ان میں توہم پرستی پیدا
۔ جو توہم پرستی پہلے موجود تھی وہ نکل گئی۔

آج ہم لوگوں کے ذہنوں میں جو کچھ ڈالا جا رہا ہے، اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ پنجاب میں ایک
کا نام کھڑی ہے لیکن کھڑی شریف کہلاتا ہے کیونکہ وہاں ایک پیر کی گدی ہے۔ پیر کا نام محمد بشیر ہے۔
ں میں پاکستان کی خبر رساں ایجنسی پی پی اے نے اخباروں میں کھڑی شریف کے پیر کا ایک بیان شائع
ہے۔ اس اخباری خبر میں محمد بشیر کو پیر بھی لکھا گیا ہے اور عامل بھی۔

اس نے کہا کہ جنات بھی انسانوں کی طرح لو میرج LOVE MARRIAGE کرتے ہیں اور
سٹیوں میں پڑھتے ہیں۔ ان کی بیویاں اپنے بناؤ سنگھار پر خصوصی توجہ دیتی ہیں۔ بعض جن ایسے
دار ہوتے ہیں جو والدین کی پسند اور مرضی کے مطابق شادی کرتے ہیں۔ اپنے بیوی بچوں کے لئے
محنت مزدوری کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو چوری چکاری اور غنڈہ گردی کرتے ہیں۔

پیر بشیر نے اپنے بیان میں آگے چل کر کہا کہ چڑیلیں خوبصورت نوجوانوں پر عاشق ہو جاتی ہیں۔
ن کے بارے میں اس پیر اور عامل نے ایک اور انکشاف کیا ہے کہ جنات کے بچے بہت شرارتی اور
ورت ہوتے ہیں۔

وہ سکولوں اور گھروں میں جا کر انسانوں کے بچوں کو تنگ کرتے ہیں۔ یہ بھی کہ جس طرح انسان
پ کا دشمن ہے اسی طرح جنات انسانوں کے دشمن ہیں۔ کوئی انسان ناپاک جسم سے کسی جن کے
نے پر چلا جائے تو جنات اس انسان کے جسم میں داخل ہو کر اسے بہت اذیت پہنچاتے ہیں۔ پیر محمد بشیر
کہا کہ جنات مختلف زبانیں بولتے ہیں اور اپنے ملک کی زبان ہی بولتے ہیں۔

جناب پیر بشیر نے یہ بھی کہا کہ جنات ابلیس کی اولاد ہیں اور انسانوں کا تنگ کرنا ان کا شغل ہے۔ یہ
جاتے دو انسانوں کو آپس میں لڑا دیا کرتے ہیں۔

میں اس گمراہ اور علم سے بے بہرہ پیر کے اس بے بنیاد اور قرآن حکیم کے سراسر منافی بیان کو ا
اہمیت دینا ہی نہیں چاہتا تھا کہ اسے اپنے مضمون میں شامل کرتا لیکن اس کے حوالے سے کچھ ضرور
باتیں کرنی ہیں۔ غور کیجئے کہ یہ پیر کہتا ہے کہ کوئی انسان ناپاک جسم سے کس جن کے ٹھکانے پر چلا جائے
جن اس انسان کے جسم میں داخل ہو کر اسے بہت اذیت پہنچاتا ہے۔ اس پیر کا ناپاک جسم سے مطلب
ہے کہ انسان بے وضو ہو اور وہ طہارت میں نہ ہو۔

غور اس پر کریں کہ اس کے ساتھ پیر کہتا ہے کہ جنات ابلیس کی اولاد ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا
ابلیس اپنا جسم ہر وقت پاک رکھتا ہے' باوضو رہتا ہے اور طہارت کا پورا پورا خیال رکھتا ہے۔ کون نہیں
جانتا کہ ابلیس گناہوں کا خالق اور مجسم ناپاکی ہے۔ یہ بھی نوٹ فرمائیں کہ اس شخص نے کیسی بے بنیاد با
کی ہے کہ جنات ابلیس کی اولاد ہیں۔

افسوسناک امر یہ ہے کہ اس پیر کا بیان اخباروں میں شائع کیا گیا ہے۔ اوسط درجہ اور اس سے
درجے کے ذہن کے وہ لوگ جو اخبار پڑھ سکتے ہیں' وہ سمجھتے ہیں اخباروں میں جو کچھ چھپتا ہے وہ صحیح اور
ہوتا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ اخباروں والے صحافت کی عظمت سے دستبردار ہو چکے ہیں اور وہ اخباروں
فروخت میں اضافے کی خاطر اس قسم کی سنسنی خیز خبریں چھاپتے ہیں خواہ وہ جھوٹ اور باطل کا پلندہ
کیوں نہ ہو۔

محمد بشیر نام کے اس نو سرباز پیر اور عامل نے جنات کے بارے میں یہ باتیں لوگوں کو یہ یقین دلا
کے لئے کہی ہیں کہ جنات انسانوں کے دشمن ہوتے ہیں لہٰذا کوئی مصیبت یا مشکل آ پڑے تو سمجھو کسی ج
کی کارستانی ہے اور پیر محمد بشیر کے ہاں آ جاؤ اور وہ تمہیں اس جن سے نجات دلا دے گا۔

ملک میں اس ذہنیت کے پیر موجود ہوں اور ان کی ابلیسیت کی تشہیر کرنے والے اخبار بھی موجو
ہوں تو لوگ باطل اور جھوٹ کو برحق کیوں نہ مانیں۔ ایسے ملک میں کوئی پراسرار واقعہ ہو جائے یا کو
شخص کسی ایسے دورے کی زد میں آ جائے جس کی بظاہر کوئی وجہ اور تحریک معلوم نہ ہو تو ہم لوگ پیرو
اور عاملوں کی طرف اٹھ دوڑتے ہیں اور ان کے اس فتوے کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ شر شرار یا آسیب
ہے۔ ہمارے ہاں سائنسی تحقیق ہے ہی نہیں' اگر ہے بھی تو اسے ہم لوگ مانتے ہی نہیں بلکہ اسے کفر تک
کہہ دیتے ہیں۔

یہاں سے میں اپنے موضوع کی طرف آتا ہوں۔ ہمارے ملک میں اس قسم کے واقعات ہو
رہتے ہیں کہ ایک گھر میں پتھر گرتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے جیسے باہر سے کوئی شخص پتھر پھینک رہا ہو۔ جد
سے پتھر آتے ہیں ادھر جا کر دیکھتے ہیں لیکن پتھر گھر میں گرنے شروع ہو جاتے ہیں رات کو بھی۔ حیرت ہو
ہے کہ پتھر دن کے وقت گرتے ہیں مگر پتھر پھینکنے والا نظر نہیں آتا۔

یوں بھی ہوتا ہے کہ کسی کے گھر میں کپڑوں کو یا کرنسی نوٹوں کو آگ لگ جاتی ہے۔ یہ میں نے خ

کھا ہے کہ اس گھر والوں نے اپنے بچے ہوئے کپڑے اور کرنسی نوٹ کسی اور گھر میں رکھ دیئے اور وہاں
بھی انہیں آگ لگ گئی۔ عجیب بات یہ ہے کہ جس گھر میں کپڑے اور نوٹ رکھتے ہیں اس گھر کے کپڑے
اور نوٹ محفوظ رہتے ہیں لیکن متاثرہ گھر کے کپڑے اور نوٹ جل جاتے ہیں۔
پتھر ہر روز نہیں گرتے اور آگ بھی ہر روز نہیں لگتی۔ دو چار دن واقعہ ہوتا ہے۔ کچھ پتہ نہیں ہوتا
کس دن اور کس وقت یہ پراسرار سلسلہ شروع ہو جائے۔
یہ مضمون لکھنے کے دوران روزنامہ "نوائے وقت" 9 فروری 1997ء میں ایک خبر آئی۔ چک جھمرہ
میں ایک شادی شدہ عورت ہے جسے تیسرے چوتھے روز جسم میں سوئیاں اور کامن پن چبھتے ہیں اور بلیڈ
سے کٹ لگتے ہیں۔ ان زخموں سے خون بہنے لگتا ہے۔ یہ سلسلہ چھ مہینوں سے چل رہا ہے۔ اس عورت
کے خاوند نے بتایا ہے کہ وہ متعدد پیروں اور عاملوں کے تعویذ، دم پھونک اور عملیات آزما چکا ہے۔ کسی
ایک کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ سب کہتے ہیں یہ جنات ہیں جو اس عورت کو تنگ کر رہے ہیں۔ سب لوگ
بھی اسے جنات کی ہی کارستانی کہتے ہیں۔ ایک واقعہ اور سنئے یہ میرا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے ہمارے محلے
کے ایک گھر میں ایک میاں بیوی رہتے تھے۔ ان کی ایک بیٹی تھی جس کی اس وقت عمر آٹھ نو سال تھی۔
یہ بیٹی خاوند کی سگی اور بیوی کی سوتیلی تھی۔ اس بچی کی ماں اس واقعہ سے دو سال پہلے اپنے ایک آشنا کے
ساتھ چلی گئی تھی جو اسی محلے میں رہتا تھا وہ ذرا بہتر حیثیت اور اثر و رسوخ والا آدمی تھا۔ اس نے اس
دو سال عورت کے خاوند کو ڈرایا دھمکایا اور طلاق لکھوائی اور اس عورت کے ساتھ شادی کر لی۔
اس عورت نے اپنی بچی کی بھی پرواہ نہ کی، اسے باپ کے رحم و کرم پر چھوڑ کر گھر سے نکل گئی۔
باپ اکیلا تھا ماں نہ تھی، کوئی بہن نہ تھی جو بچی کو سنبھال لیتی۔ باپ کہیں ملازم تھا۔ بچی دن بھر اکیلی رہتی
اور اسی عمر میں گھر بھر کے کام کرتی اور ماں کی جدائی میں روتی بھی تھی۔ باپ اپنی بیوی کی بے وفائی کا غصہ
گالی گلوچ اور مار پٹائی کی صورت میں بچی پر نکالتا تھا۔
آخر باپ نے دوسری شادی کر لی۔ یہ عورت کوئی سادہ طبیعت یا گھریلو ٹائپ عورت نہ تھی۔ تیز
طرار اور گھومنے پھرنے کی عادی تھی۔ اس نے بچی کو بچی کی بجائے نوکرانی سمجھ لیا۔ بچی کے لئے نہ پیار رہا
نہ شفقت رہی۔
کچھ ہی عرصے بعد اس گھر میں کپڑوں کو اور کرنسی نوٹوں کو آگ لگنے لگی۔ تین چار دنوں کے وقفے
سے ان کے گھر دو تین کپڑوں کو آگ لگ جاتی۔ کرنسی نوٹ جہاں پڑے ہوتے انہیں آگ لگتی لیکن ان
کے پاس پڑے کاغذ یا کپڑے محفوظ رہتے۔
اس واردات میں دیکھا گیا کہ انہوں نے اپنے قیمتی کپڑے اور نوٹ پڑوسیوں کے گھروں میں رکھ
دیئے۔ میں نے خود یہ عجوبہ دیکھا کہ وہاں بھی ان کے کپڑوں اور نوٹوں کو آگ لگی لیکن پڑوسیوں کے
کپڑے اور نوٹ بچے رہے۔

اس کیس میں بھی عاملوں وغیرہ نے اور لوگوں نے بھی جنات کو ذمہ دار ٹھہرایا لیکن کچھ لوگوں نے کہا کہ اس میاں بیوی کا کوئی دشمن انہیں کالے جادو کے ذریعے تنگ کر رہا ہے۔ میاں بیوی کہتے تھے کہ ان کا کوئی دشمن نہیں۔ متاثرہ خاوند کی بیوی جس آدمی کے پیچھے نکل گئی تھی' اسے بھی اب کوئی شکایت نہیں تھی اور خاوند کی طرف سے کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہوئی تھی نہ اس کی طرف سے جوابی حملے کا خطرہ تھا۔

یہ جنات تھے یا کالا جادو' یہ سلسلہ چلتا رہا اور پھر اس میں یہ اضافہ ہوا کہ ان کے گھر سے چیزیں اڑ کر پڑوسیوں کے گھروں میں گرنے لگیں۔ مثلا" اس طرح کہ بیوی کپڑے دھونے بیٹھی تو صابن اڑ کر کسی قریبی پڑوسی کے صحن میں جا پڑا۔ خاوند صبح دانت صاف کرنے لگا تو ٹوتھ برش اور ٹوتھ پیسٹ کی ٹیوب اڑے اور پڑوسی کے گھر میں جا گرے۔

پھر ان کے گھر سے کبھی ایک اینٹ اڑتی جو کسی نہ کسی پڑوسی کے صحن میں گرتی۔ عجیب بات یہ کہ اینٹ کسی کو لگتی نہیں تھی۔ کئی اینٹیں پڑوس کے دو گھروں میں گرتی رہیں لیکن ایک بھی اینٹ کسی کو نہ لگی۔

ایک خاص بات ذہن میں رکھ لیں کیونکہ میں آگے چل کر اس کا تجزیہ پیش کروں گا۔ یہ پراسرار وقوعہ تین چار دنوں کے وقفے سے ہوتا تھا۔ اس سے چند منٹ پہلے اس بچی کو دورہ سا پڑتا تھا جس میں اس پر نیم غشی سی طاری ہو جاتی تھی۔ جسم کو ہلکے ہلکے جھٹکے پڑتے اور اس کے چہرے پر کربناک سا تاثر ہوتا تھا۔ وہ جتنی دیر اس دورے کی حالت میں رہتی' کپڑوں اور نوٹوں کو آگ لگنے کا یا ان کے گھر سے چیزیں اڑ کر دوسرے گھروں میں جا گرنے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ کچھ وقت بعد بچی انگڑائی لے کر دورے کی حالت سے نکل آتی اور اٹھ کھڑی ہوتی تھی۔

متعدد عامل آئے۔ ان میں وہ بھی تھے جو دعوے کیا کرتے تھے کہ ان کے قبضے میں جنات ہیں اور انہیں دیکھ کر جن بھاگ جاتے ہیں۔ ان میں بڑے مشہور پیر بھی تھے لیکن ان میں کوئی اس میاں بیوی کو اس آفت سے نجات نہ دلا سکا۔

صرف اس واقعہ میں ہی نہیں' اس پر اسرار نوعیت کے کسی ایک بھی واقعہ میں پیر شاہ جی اور "جنات کو بھگانے والے" عامل خود بھاگے ہیں جنات کو نہیں بھگا سکے۔ یہ اگر کالا جادو ہے تو کالے جادو کا کوئی ماہر عامل بھی اس کا توڑ نہیں کر سکا۔

پھر یہ کیا ہے اس کا علاج تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ معلوم کیا جائے یہ کیا ہے۔ ڈاکٹر تشخیص کرتا ہے کہ یہ ملیریا ہے' ٹائیفائیڈ ہے یا ٹی بی تو اس کے مطابق دوائیاں دے کر مریض کو صحت یاب کرتا ہے۔ ہمارے ملک میں ہر پراسرار واقعہ کو جس کی کوئی توجیہہ نظر نہ آئے' جنات کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے یا اسے کالا جادو کہہ دیا جاتا ہے۔ یہ نہ کہئے کہ ہمارے ملک میں تعلیم کی کمی ہے اور لوگ پسماندہ ہیں۔ ہمارے ہاں تو تعلیم یافتہ بلکہ سائنس پڑھے ہوئے لوگوں کا بھی یہی حال ہے۔ جنات اور کالے جادو کی

بجائے یہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔

میں بڑے لمبے عرصے سے ان واقعات کا مشاہدہ اور تجزیہ کر رہا ہوں۔ چند ایک متاثرہ گھروں کے افراد سے ملا ہوں اور نہیں سٹڈی کیا ہے۔ ان کی گھریلو سیاست بھی دیکھی ہے پھر ان میں ان پراسرار واقعات کو سائنس کی خوردبین سے دیکھا ہے۔

ایسے واقعات ان ترقی یافتہ ممالک میں بھی ہوتے ہیں جنہیں سائنس نے چاند تک پہنچایا ہے اور جو خلا کی تسخیر کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

جرمنی کے دو سائنس دانوں نے ان مافوق الفطرت واقعات کی اصل وجوہات کا کھوج لگانے میں بہت کام کیا ہے۔ ان میں ایک ہینس بینڈر ہے جو فزیشن بھی ہے اور نفسیات کا ڈاکٹر بھی' وہ ان علوم کا سائنس دان ہے۔ دوسرا ہے ہیلمت شمٹ۔ علم نفسیات میں اس کا بھی درجہ سائنس دانوں جیسا ہے۔ یہ دونوں سائنس دان علوم نفسیات و طبیعات کے ان پوشیدہ اور تاریک گوشوں تک بھی پہنچے ہیں جہاں تک ان علوم کے عام ڈاکٹر نہیں پہنچ سکتے۔

ان کی تحقیقات کو تفصیل سے بیان کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ بہت طویل ہیں اور اس لئے بھی کہ ان تفصیلات میں سائنسی اصطلاحوں وغیرہ کی پیچدگیاں بھی ہیں۔ ان دونوں نے سالہا سال کے تجربات اور مشاہدات سے جو کچھ کیا ہے اسے میں اختصار سے پیش کرتا ہوں۔

جس دور سے انسان کی تاریخ لکھی جانے لگی ہے' اس دور سے انسان کا یہ احساس صاف نظر آتا ہے کہ پانچ حسوں کے علاوہ انسان میں کوئی اور طاقت بھی ہے جو قدرت کے عام قواعد و ضوابط سے بالا ہے۔ ایک حس اور بھی ہے جسے چھٹی حس کہتے ہیں۔ یہ حس بعض عام یعنی اوسط درجہ عقل اور ذہانت کے انسانوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے' مثلاً" پولیس انسپکٹر جو وارداتوں کی تفتیش کرتے ہیں اور جاسوس جو جاسوسی کے لئے دشمن ملک میں جاتے ہیں اور مختلف علوم کے عالم وغیرہ یہ کہتے سنے جاتے ہیں۔ "میری چھٹی حس نے بتایا کہ....."

اس چھٹی حس کے علاوہ انسان میں کوئی اور قوت بھی ہے جس کا تعلق ذہن کے ساتھ ہے۔ اس میں ایک ٹیلی پیتھی ہے' دوسری ہے کسی انسان کو ہپناٹائز کر لینا یعنی اس کے ذہن پر قبضہ کر کے اس میں اپنے خیالات ڈالنا۔

یہ دونوں عمل اتنے عام ہو گئے ہیں کہ کوئی بھی شخص ٹریننگ اور پریکٹس سے ان میں مہارت اور کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ ان دونوں جرمن سائنس دانوں نے جن پوشیدہ قوتوں کی نشاندہی کی ہے یہ ہوتی ہر انسان میں ہیں لیکن شاذ و نادر ہی کسی انسان میں بیدار ہو کر عملی صورت اختیار کرتی ہیں۔

ان میں ایک قوت ایسی ہے کہ انسان مستقبل کے متعلق صحیح پیش گوئی کرتا ہے اسے وہ آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں جو کسی اور کو نہیں سنائی دیتیں۔ اسے وہ چیزیں بھی نظر آتی ہیں جن کے وجود سے کوئی اور

واقف ہی نہیں ہوتا۔ اس قوت کو سائیکالوجی کی زبان میں CLAIRVOYANCE کہتے ہیں۔ یہ قوت جس انسان میں بیدار ہو جائے وہ ہر وقت ایسی کیفیت میں نہیں رہتا کہ اس کا مظاہرہ کرتا رہے یہ دورے کی کیفیت ہوتی ہے جو زیادہ دیر نہیں رہتی۔ اس دوران اس قوت کے مظاہرے ہوتے ہیں۔

میں آپ کو اپنی آنکھوں دیکھا ایک کیس سناتا ہوں۔ یہ عورت ابھی زندہ ہے۔ بالکل ان پڑھ ہے۔ میں جس وقت کا واقعہ سنا رہا ہوں۔ اس وقت اس کی عمر 30 سال کے لگ بھگ تھی۔ میں پورے یقین کے ساتھ جانتا تھا کہ وہ نماز بھی نہیں جانتی۔ اور میں نہیں جانتا سوائے اس کے کہ وہ سفید ان پڑھ ہے۔ اس کا خاوند صرف آٹھ جماعتیں پڑھا ہوا ہے۔ یہ میاں بیوی میرے گھر آئے خاوند میرے ماتحت ملازمت میں تھا اور رسمی طور پر ملنے آیا اور بیوی کو بھی ساتھ لے آیا تھا۔ اس نے پہلے کبھی مجھے بتایا تھا کہ اس کی بیوی پر کبھی کبھی دورے کی سی کیفیت طاری ہوا کرتی ہے۔ میں نے کبھی نہیں پوچھا تھا کہ یہ کیسا دورہ ہے اتفاق سے میرے گھر میں اس پر دورہ پڑ گیا۔ میری بیوی نے مجھے بتایا۔ میں اس کے خاوند کے ساتھ اس کمرے میں گیا۔

وہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بظاہر نارمل لگتی تھی لیکن اس کے بولنے کا انداز بدل گیا تھا اور اس کے چہرے پر بزرگانہ سنجیدگی کا تاثر تھا۔ مجھے اور اپنے خاوند کو جیسے وہ پہچان ہی نہیں رہی تھی۔ حیرت ناک بات یہ کہ اس نے سورہ اخلاص کی تین آیات پڑھیں۔ اس کے بعد ملک کے سیاسی حالات پر تبصرہ کیا۔ اس وقت جنرل ضیاء مرحوم کا دور حکومت تھا۔ اس عورت نے جنرل ضیاء مرحوم کے انجام کے بارے میں کہا۔ "یہ شخص اللہ کے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے' یہ ایسی موت مرے گا کہ اس کی لاش بھی نہیں ملے گی"۔

ایسی باتیں تو جلے سڑے ہوئے عوام ہر حکمران سے تنگ آکر کیا کرتے ہیں۔ اس عورت کی اس بات کو بھی میں نے ایسی ہی ایک بددعا سمجھ کر نظرانداز کر دیا لیکن حیرت انگیز مظاہرہ یہ تھا کہ اس نے آیات سنائی تھیں لیکن نارمل ذہنی حالت میں وہ نماز بھی نہیں جانتی اور اس نے قرآن کبھی کھول کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ پانچ چھ سال بعد اس کی پیشنگوئی پوری ہوئی اور جنرل ضیاء مرحوم ایسی موت مرے کہ ان کی لاش جل کر راکھ ہو گئی۔

یہ ذہن میں رکھیں کہ یہ عورت بچپن میں یتیم ہو گئی تھی پھر ماں بھی نہ رہی اور گالیاں اور مار کھاتے بڑی ہوئی۔ لڑکپن میں چیچک نکل آئی جو چہرے پر گہرے نشان چھوڑ گئی۔ رنگ پہلے ہی سانولا تھا۔ ایسے چہرے والی لڑکی کو کوئی بدصورت آدمی بھی قبول نہیں کیا کرتا۔ یہ تو ہر طرف سے ٹھکرائی ہوئی عورت تھی۔ خاوند نے اسے ایک مجبوری کے تحت قبول کیا تھا۔

آپ نے سنا ہو گا کہ ایک آدمی پر یا عورت پر جن آتا ہے اور جتنی دیر جن اس کے اندر یعنی اس پر قابض رہتا ہے وہ شخص غیب کی باتیں اور پیشنگوئیاں کرتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ کہیں ایسے آدمی یا عورت کا پتہ چل جائے تو لوگ اس کے گھر کی طرف اٹھ دوڑتے اور دل میں دعائیں کرتے ہیں کہ اس پر جن

ئے اور وہ اس سے اپنے مستقبل کے بارے میں پوچھیں اور یہ کہ مقدمے کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو گا یا
شمن جیت جائیں گے' وغیرہ۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ لوگوں کے مسائل کیا اور مرادیں کیا ہیں۔
اگر کوئی مرد یا عورت اس قسم کے دورے میں آجائے تو میں نے بیان کیا ہے تو یہ جنات کا قبضہ نہیں
اس شخص پر کوئی چڑیل عاشق ہے بلکہ CLAIROVOY ANCE کا دورہ ہے یہ بھی ذہن میں رکھ لیں
کہ یہ دورہ جسے جنات کا قبضہ سمجھا جاتا ہے لاکھ ڈیڑھ سال میں سے کسی ایک کو پڑتا ہے یعنی لاکھ ڈیڑھ ایسے
انسان جن پر جنات آتے ہوں۔
یہ کیفیت علم نفسیات میں اس نام سے شامل ہو چکی ہے۔ ہومیو پیتھی میں ذہنی امراض کی فہرست
میں یہ الگ تھلگ مرض کی صورت میں شامل ہے اور ایک علامت SYMPTOM کی صورت میں بھی۔
یہ ایک ثبوت ہے کہ انسان میں یہ قوت موجود ہے کہ وہ آنے والے وقت کو دیکھ سکتا ہے' ان چیزوں کو
بھی دیکھ سکتا ہے جو اس کی نظروں سے اوجھل ہیں اور وہ آوازیں بھی سن سکتا ہے جو کسی اور کو سنائی نہیں
دیتیں۔
پروفیسر ہینس بینڈر نے ایسے کیس دیکھے ہیں جو کمرے میں رکھی ہوئی اشیاء کو ہاتھ لگائے بغیر حرکت
میں لا سکتے ہیں۔ پروفیسر مذکور نے اپنی طویل رپورٹ میں ایسے متعدد واقعات جو اس نے خود دیکھے'
تحقیقات اور تجربہ کیا تھا' شامل کئے ہیں۔ صرف ایک کیس پیش کرتا ہوں۔
1967ء میں ہیمبرگ میں 16 سال عمر کا ایک نوجوان کارل بائیر چینی اور شیشے کی برتنوں کی بہت بڑی
وسیع و عریض دکان میں سیلز مین کی نوکری پر ملازم ہوا۔ چند دن گزرے تو ایک شلیف میں رکھے ہوئے
چینی اور شیشے کے تمام برتن فرش پر آپڑے اور زیادہ برتن ٹوٹ گئے۔ دکان میں کھلبلی مچ گئی۔ شلیف کو ہر
طرف سے اچھی طرح دیکھا گیا۔ برتن گرنے کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ پولیس کو بلایا گیا۔ سراغرساں
بھی آئے لیکن انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔
دو تین دن بعد ایک اور شلیف سے شیشے کے گلاس اور چینی کی پلیٹیں گر پڑیں۔ تقریباً" تمام پلیٹیں اور
گلاس ٹوٹ گئے۔ اس طرح تین چار مرتبہ کسی نہ کسی شیلف سے سارے کے سارے برتن گر کر ٹوٹ
گئے۔ واقعہ چونکہ حیران کن تھا اس لئے اخباروں میں اس کی خبریں چھپیں۔ پروفیسر بینڈر کو پتہ چلا تو وہاں
پہنچا۔ اس کی یہ تفتیش بڑی لمبی ہے کہ اس نے اصل وجہ کا سراغ کس طرح لگایا۔ مختصر بات یہ کہ اس
نے 16 سالہ کارل بائیر کو الگ کیا اور اس کا تفصیلی انٹرویو کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بچپن ہی سے محرومیوں کا
شکار رہا ہے۔ نہ ماں کا پیار ملا نہ باپ کی شفقت ملی۔ اس کی بجائے اسے دھتکار اور پھٹکار ہی ملتی رہی۔ وہ
پڑھنا چاہتا تھا لیکن کسی نے اسے سکول میں داخل نہ ہونے دیا۔
پروفیسر بینڈر نے اسے اپنے کلینک میں رکھا اور ایک مہینہ بعد ایک فیکٹری میں ملازم کروا دیا۔ جس
روز سے وہ چینی اور شیشے کے برتنوں کی دکان سے غیر حاضر ہوا اس روز سے وہاں برتن گرنے کا سلسلہ ختم

ہو گیا لیکن وہ جس فیکٹری میں ملازم ہوا وہاں عجیب و غریب واقعات ہونے لگے جن میں قابل ذکر یہ ہے کہ بجلی کے بڑے موٹے تار دیواروں کے ساتھ کنڈوں HOOKS سے لگے ہوئے تھے۔ یہ ہک دیواروں سے نکل آتے اور تار نیچے آ پڑتا۔ ہک پھر لگاتے اور یہ نکل کر گر پڑتے۔

پروفیسر بینڈر نے ایک تحقیقاتی ٹیم بنائی اور اس فیکٹری میں جا کر ٹیم کے سامنے دیوار میں چوڑی دار ہکیں لگوائیں۔ انکے اپنے آپ ہی گرنے کا امکان نہیں تھا۔ ان پر بجلی کا موٹا تار (کیبل) ڈالا گیا۔ کارل بائیر کو اس کیبل سے چند قدم دور کھڑا کیا گیا۔ صرف دو منٹوں میں ہکیں دیوار سے نکل آئیں اور کیبل نیچے آ پڑا۔ کوئی بھی نہ سمجھ سکا کہ چوڑیوں والی ہکیں دیوار سے نکلیں کیسے!

یہ جرمن سائنس دان کارل بائیر کی اس پر اسرار طاقت کو گہرائی تک سٹڈی کرنا چاہتا تھا لیکن کارل کے ماں باپ نے تحقیقات کا سلسلہ آگے نہ چلنے دیا اور بیٹے کو فیکٹری سے لے گئے۔ ان کے پڑوسیوں سے پتہ چلا تھا کہ باپ بہت بڑا نشئی ہے اور ماں آوارہ اور بدکردار ہے۔ دونوں نے بیٹے کو قیدی اور زر خرید غلام بنا رکھا تھا۔

پروفیسر بینڈر نے اپنے علم، عملی تجربات اور مشاہدات کی رو سے بتایا ہے کہ انسان کی اس قوت کو نفسیات کی زبان میں PSYCHOKINESIS کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے اشیاء کو ہاتھ لگائے بغیر حرکت میں لانا۔ ایک چیز میز کے ایک کونے پر رکھی ہے۔ اسے صرف دیکھو اور یہ میز کے دوسرے کونے تک چلی جائے۔ ایک گھر کی اشیاء اڑ کر کسی گھر میں گریں۔ یہ اس قوت کا کرشمہ ہے۔ یہ ہوتی تو ہر انسان میں ہے لیکن کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا کہ یہ قوت اس میں ہے۔ اس کا مظاہرہ اپنے آپ ہوتا ہے۔ اسے مخفف کے طور پر PK کہا جاتا ہے۔

پروفیسر بینڈر کی رپورٹ کا ایک اور کیس پیش ہے۔ وکیلوں کی ایک فرم میں چار ٹیلیفون تھے۔ کبھی تو چاروں فون خراب ہو جاتے اور کبھی چاروں اکٹھے ہی بجنے لگتے۔ ٹیلی فون کے محکمے کے آدمی آئے چاروں فون چیک کئے باہر کے کھمبے تک تار دیکھے۔ کہیں کوئی خرابی نہ ملی۔

یہ واقعہ باویریا کے شہر زون ہیم کا ہے۔ آخر پروفیسر بینڈر اور پروفیسر ہیلمت شمٹ کو بلایا گیا انہوں نے یہ پر اسرار مظاہرہ دو تین مرتبہ دیکھا اس دوران وہ اس فرم کے ملازموں کو دیکھتے رہے جن کی تعداد تین تھی۔ ان میں ایک نوجوان لڑکی اینا میری تھی۔ اس مظاہرے کے دوران اس لڑکی کے چہرے کا تاثر بدل کا ابنارمل ہو جاتا تھا۔ اس کے چہرے سے پتہ چلتا تھا جیسے وہ کرب اور اذیت میں مبتلا ہے۔

نفسیات کے ان دونوں سائنس دانوں نے اس لڑکی کو پاس بیٹھا کر اس کا نفسیاتی تجزیہ کیا۔ انکشاف ہوا کہ اس کے باپ نے اسے اتنا دبا کر رکھا ہوا ہے کہ لڑکی اپنے آپ کو پنجرے میں بند محسوس کرتی ہے۔ باپ اس سے زبردستی ملازمت کرواتا ہے اور اسے شادی نہیں کرنے دیتا۔ لڑکی اتنی ڈرپوک ہو گئی ہے کہ گھر سے بھاگنے کی جرات نہیں کرتی۔ خودکشی کرنا چاہتی ہے لیکن موت سے ڈرتی ہے۔ اس کے علاوہ

اس پر کام کا بوجھ زیادہ تھا۔ دوسرے یہ کہ اسے یہ کام پسند ہی نہیں تھا۔ وہ ہر لمحہ ٹینشن میں رہتی تھی۔ اس کی موجودگی میں دفتر کے علاوہ گھر میں بھی کچھ ایسے مظاہرے ہوتے تھے جن کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی تھی۔

پروفیسر بینڈر نے لکھا ہے کہ یہ بتانا ابھی ممکن نہیں کہ اس لڑکی کی یہ ذہنی کیفیت ٹیلیفونوں پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر سائنس دانوں نے ریسرچ اور سراغرسانی جاری رکھی تو یہ سراغ بھی مل جائے گا۔ پروفیسر مذکور نے لکھا ہے کہ اس لڑکی اینا میری نے تھوڑے ہی عرصے بعد باپ سے باغی ہو کر شادی کرلی۔ اسکے خاوند نے اسے باپ کی قید سے آزاد کرالیا اور اس کے ذہن و دل کے دروازے کھول دیئے تو جو پراسرار مظاہر اس سے منسوب تھے وہ ختم ہو گئے۔

جرمنی کے ایک شہر میں ایک گھر میں دو چار دنوں کے وقفے سے پتھر گرنے لگے۔ اس کے علاوہ یہ حیرت ناک مظاہرہ بھی دیکھنے میں آیا کہ بچوں کے کھلونے اور گڑیاں اپنے آپ ہی اڑنے لگیں۔ گھر کے افراد کپڑے کہیں اور رکھتے اور یہ کپڑے خود ہی کسی اور کمرے میں چلے جاتے تھے۔ بعض اوقات کپڑے پھٹے ہوئے ملتے تھے۔ پروفیسر مذکور نے لکھا ہے کہ وہ اپنی تحقیقاتی ٹیم کو ساتھ لے کر اس گھر میں گیا تو اس نے اپنا اوور کوٹ بڑے دروازے کے ساتھ کھونٹی سے لٹکایا تھا۔ اسے یہ اوور کوٹ باہر برف پر پڑا ملا۔

اس نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اس گھر والوں نے خود دیکھا کہ اس مظاہرے کے دوران ان کی بیٹی نارمل ذہنی حالت میں نہیں رہتی تھی۔ اس بیٹی کی عمر چودہ سال ہو گئی تھی۔ اس کا نفسیاتی تجزیہ کیا گیا۔ اس لڑکی نے اس حقیقت کو قبول نہیں کیا تھا کہ وہ بچی نہیں رہی اور جوانی میں داخل ہو رہی ہے۔ اس میں عورت بننے والی جسمانی تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں لیکن انہیں لڑکی قبول نہیں کر رہی تھی۔ وہ گڑیوں اور کھلونوں سے دستبردار نہیں ہو رہی تھی۔

عمر کے اس حصے میں آکر ہر بچے اور بچی کی ذہنی کیفیت ایسی ہی ہو جاتی ہے لیکن اس لڑکی کی یہ خواہش بہت ہی شدید تھی کہ وہ بچی ہی رہے۔ اتنی شدید کہ اس کی سوچوں پر غالب آگئی تھی اور اس میں PK والی قوت بیدار ہو گئی تھی جس سے وہ بالکل ہی ناآشنا تھی۔ اس کے گھر پتھر گرنا اور کھلونوں کا اڑنا اور کپڑوں کا اپنے آپ ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا اسی قوت کا کرشمہ تھا۔ ان دونوں سائنس دانوں نے ایسے کئی ایک کیسوں کی تحقیقات کی ہے اور جدید سائنسی آلات بھی استعمال کئے ہیں جن میں کمپیوٹر بھی ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ مظاہر پیراسائیکالوجی سے بھی اگلے درجے کے ہیں۔ پیراسائیکالوجی میں ایسے مظاہر اور واقعات آتے ہیں جن کی ظاہری طور پر کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکے اور جو بظاہر انسان کے بس سے باہر ہوں۔

روس میں PK کی ریسرچ پر بہت کام ہوا ہے۔ روسی سائنس دانوں نے بھی تجربات، تجزیئے اور مشاہدات سے ثابت کیا ہے کہ کسی گھر میں پراسرار آگ لگنا، پتھر گرنا، اشیاء کا اپنے آپ حرکت میں آنا اور

ایسے دیگر مظاہر کے پیچھے کسی مظلوم اور محروم انسان کی PK جسی ڈھکی چھپی قوت کار فرما ہوتی ہے۔ روس کی ایک جواں سال لڑکی نینا کلاجینا نے نفسیات کے ماہرین کی مدد سے اور ذاتی محنت اور بڑی ہی تکلیف دہ یکسوئی سے اپنی اس قوت کو اپنے کنٹرول میں کر لیا تھا۔ وہ میز پر رکھی ہوئی اشیاء کی طرف دیکھتی اور ہاتھ سے اشارہ کرتی تھی۔ وہ جس چیز متحرک کرنا چاہتی وہ چیز اس کے اشارے پر میز پر چل پڑتی تھی۔

ماہرین نے لکھا ہے کہ ہر انسان ایسی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ نینا جب اشیاء کو متحرک کر رہی ہوتی تھی تو اس کے چہرے پر اس قدر ٹینشن کا تاثر ہوتا تھا جیسے وہ ناقابل برداشت اذیت میں مبتلا ہو۔ نفسیات کے روسی سائنس دانوں نے اس لڑکی کو ثبوت اور شہادت کے طور پر پیش کیا ہے کہ یہ قوت جسے امریکی سائنس دانوں نے PK کا نام دیا ہے' ہر انسان میں موجود ہے اور یہ شاذ و نادر کسی انسان میں مخصوص حالات میں بیدار ہو جاتی ہے۔

میں یہاں قرآن حکیم کے حوالے نہیں دے رہا۔ قرآن حکیم میں متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو ایسی طاقت عطا کر رکھی ہے جو اسے حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ یہاں میں دنیا کے مختلف ممالک کی چند ایک مثالیں پیش کر سکتا ہوں کہ عام قسم کے انسانوں نے ایسی ہی نفسیاتی یا جسمانی طاقت کے مظاہرے کئے ہیں لیکن طوالت سے بچنے کے لئے میں صرف ایک تازہ مثال پیش کرتا ہوں۔ گذشتہ ماہ یہ خبر چند ایک غیر ملکی اخباروں میں بمعہ فوٹو شائع ہوئی تھی کہ امریکہ کی ایک عورت اینی کلاڈٹس کی ایک ایسی ذہنی قوت بیدار ہو گئی ہے کہ وہ جس حیوان یا انسان کی طرف دیکھے اور یہ خواہش کرے کہ یہ مرجائے تو وہ حیوان یا انسان فورا" مرجاتا ہے۔ اینی کو اپنی اس قوت کا احساس 1969ء میں ہوا تھا جب اس کا کتا کینسر میں مبتلا ہو گیا اور بہت ہی تکلیف میں تھا۔ اینی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے دل میں یہ خواہش بیدار کی کہ یہ کتا مرجائے تاکہ اس لاعلاج مرض کی اذیت سے اسے نجات مل جائے۔ چند گھنٹوں بعد کتا مر گیا۔

(ہمارے ایک دوست نے ہمیں بتایا کہ شاہدرہ میں ایک ایسی عورت ہے جس کی زبان سے نکلے ہوئے بددعائی کلمات انتہائی موثر ہیں۔ ایک دفعہ اس نے اپنے خاوند سے جھگڑتے ہوئے کہا کہ تمہاری ٹانگیں ٹوٹ جائیں اسی دن خاوند باہر نکلا اور ٹرین کے حادثے میں دو ٹانگوں سے محروم ہو گیا۔ اہل محلّہ نے اپنے بچوں کو سختی سے ہدایت کی ہوئی ہے کہ وہ اس کے گھر کے قریب سے بھی نہ گذریں کیونکہ اہل محلّہ کی اکثر مرغیاں جو نہی اس عورت کے گھر سے واپس آتی ہیں تو یکدم مرجاتی ہیں ان مرغیوں کا جرم یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس خاتون کے گھر غلاظت کی تھی اور اس کے بدعائی کلمات کا شکار ہوتیں اور فورا" موت کے منہ میں چلی گئیں۔ (منجاب ادارہ فلاح آدمیت)

اس کے بعد اس کی اپنی ماں کینسر میں مبتلا ہو کر آخری سٹیج پر جا پہنچی جہاں کینسر کا درد ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ اینی نے اپنی ماں کو بھی ایسے ہی موت کی نیند سلا دیا جس طرح اس نے کتے کے

ے کی خواہش کی تھی اور وہ مر گیا تھا۔ خبر میں لکھا ہے کہ یہ عورت اب تک کینسر کے 37 مریضوں کو اس قوت مار کر اذیت سے نجات دلا چکی ہے۔

اپنی کا انٹرویو اخباروں میں شائع ہوا تو یہ بات پولیس تک پہنچ گئی۔ پولیس نے اس عورت سے پہلی تفتیش کی پھر قانون دانوں سے مشورے لئے۔ آخر پولیس نے یہ فیصلہ دیا کہ اس عورت کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ صرف اس عورت کا بیان ہے کہ اس نے ان سب افراد کو اپنی ذہنی قوت سے مارا ہے۔ قانون ٹھوس شہادت اور ثبوت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔

جرمنی کے دو سائنس دانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ایسے پراسرار واقعات میں کسی ایک فرد کا عمل دخل ہوتا ہے۔ میں نے ایک نوجوان اور دو لڑکیوں کے کیس پیش کئے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں دیکھا اپنے محلے کا ایک واقعہ سنایا ہے کہ ایک گھر میں کپڑوں اور نوٹوں کو آگ لگتی تھی اور پھر اس گھر کی اشیاء اڑ کر پڑوس کے گھروں میں جا گرتی تھیں۔ اس واقعہ میں ایک آٹھ نو سال کی بچی کا ذکر نمایاں ہے۔ ایک بار پھر پڑھ لیں۔ میں نے لکھا ہے کہ جب یہ پراسرار مظاہرہ ہو رہا ہوتا تو یہ بچی دورے کی کیفیت میں چلی گئی ہوتی۔ یہ بچی انتہائی مظلوم تھی اور ماں کے پیار اور باپ کی شفقت سے محروم تھی اور سوتیلی ماں اس کی ساتھ اذیت ناک سلوک کرتی تھی۔ جرمنی کے سائنس دانوں کی رپورٹ کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس لڑکی میں وہ قوتیں بیدار ہو جاتی تھیں جو ان سائنس دانوں نے سال ہا سال کے تجربات اور مشاہدات کے بعد دریافت کی ہیں۔

اس لڑکی کو یا جو دوسرے واقعات میں نے پیش کئے ہیں اور ان میں جس نوجوان اور دو لڑکیوں وغیرہ کا ذکر آیا ہے' انہیں MEDIUM میڈیم کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس میڈیم کا غلط مطلب لیا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ کالا جادو کسی گھر پر کرنا ہو تو گھر کے کسی فرد کو میڈیم بنایا جاتا ہے' اس پر دورے کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور پھر جادو اپنا کام کرتا ہے۔ یہ مطلب بالکل غلط ہے۔

میڈیم کا مطلب وہی ہے جو میں اوپر سائنس دانوں کی زبان سے بیان کر چکا ہوں۔ گھر کے کسی فرد میں شدید ردعمل کے طور پر اس کی یہ پراسرار قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور پھر اس کے عملی مظاہرے ہوتے ہیں۔ سائنس دانوں کی ہمارے ملک میں بھی کوئی کمی نہیں لیکن ہمارے سپیشلسٹ ڈاکٹر صرف روپے پیسے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ ان کے ہاں مریضوں کا زیادہ سے زیادہ رش لگا رہے اور وہ کماتے رہیں۔ ان کے ہاں ریسرچ نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہمارے ملک میں دوسری بدبختی یہ ہے کہ لوگوں نے عاملوں پیروں وغیرہ کو دماغ پر سوار کر رکھا ہے اور ہم سب لوگ' کیا ان پڑھ اور کیا تعلیم یافتہ' انہی کے پروپیگنڈے کا شکار ہیں۔

سائنس دانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایسی قوتیں جن کا اوپر ذکر آیا ہے کسی کسی انسان میں از خود بیدار ہو جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ ان میں سے کوئی بھی اس قوت کو خود بیدار نہیں کر سکتا۔ ہونا یہ چاہئے کہ

جب کبھی کسی گھر میں پراسرار آگ لگنے کا یا پتھر گرنے کا یا اشیاء کا اپنے آپ ہی ادھر ادھر ہو جانے کا سلسلہ شروع ہو جائے تو گھر کے ہر فرد کو غور سے دیکھا جائے کہ کسی کی جذباتی حالت ابنارمل تو نہیں یا کسی پر دورے کی سی کیفیت تو طاری نہ ہو گئی ہو!

انسان کی ان پراسرار قوتوں کو میں ایک اور طرح واضح کرتا ہوں۔ آپ نے نظربد تو سنی ہو گی لیکن اس کے عملی مظاہرے شاید نہ دیکھے ہوں۔ یہ تو آپ کہتے ہیں کہ فلاں کو نظر کھا گئی ہے لیکن نظر کو کھاتے ہوئے نہ دیکھا ہو گا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس کی نظر پتھر پھاڑتی ہے۔ اس کی اپنی بیوی اور اپنی اولاد اسے کوئی اچھی چیز نہیں دکھایا کرتی تھی۔

ان کے پڑوسی گھر کے لئے ایک بھینس خرید کر لائے اس کا دودھ دوہنے لگے تو اس نے غیر معمولی طور پر عام بھینسوں سے کہیں زیادہ دودھ دیا۔ بھینس ان کے گھر کے باہر بندھی ہوئی تھی۔ اتفاق سے یہ شخص ادھر آنکلا اور اس نے دودھ کی بھری ہوئی بلکہ لبریز بالٹی دیکھی تو حیرت سے کہا۔ "اتنا زیادہ دودھ؟ ۔۔۔ کچھ ہی دیر بعد بھینس کا پسینہ پھوٹا اس کا جسم کانپا اور وہ گر کر مر گئی۔ شاید آپ نے ایسے خاندان دیکھے ہوں جنہیں اللہ نے چھپر پھاڑ کر دیا ہوا اور انہیں کنگال ہوتے دیکھا ہو۔ یہ نظربد کا کرشمہ ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس خاندان کے زوال کا باعث ان کی اپنی اولاد ہے جو آوارہ ہو گئی یا بظاہر ایسی ہی کوئی وجہ بیان کر دی جاتی ہے لیکن اصل وجہ کسی کی نظربد ہوتی ہے جو تباہی کی وجوہات پیدا کر دیتی ہے۔

یہ حاسدوں کی نظر ہوتی ہے۔ کوئی حاسد اپنی زبان سے یہ الفاظ نہیں نکالا کرتا کہ اللہ اس خاندان کو یا فلاں شخص کو تباہ کر دے۔ دل سے وہ یہی چاہتا ہے۔ بعض حاسدوں میں وہی پراسرار قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انسان میں پراسرار قوتیں موجود ہیں۔

کالے جادو کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے ملک میں کالا جادو چلتا ہے لیکن یہ اتنا سہل نہیں کہ ہر کوئی دوسروں پر کرواتا پھرے۔ کالے جادو کے عامل اتنے پیسے لیتے ہیں جو کوئی امیر کبیر آدمی ہی دے سکتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ آگ لگنے اور گھر میں پتھر گرنے کے پراسرار واقعات عموماً" مڈل کلاس اور اس سے کم درجے کے گھروں میں ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے ان کی دشمنیاں اپنے ہی درجے کے لوگوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ یہ کلاس کالا جادو کرانے کی ہمت نہیں رکھتی۔

میں نے جرمنی کے جن دو پروفیسروں کا حوالہ دیا ہے' انہوں نے متفقہ رائے دی ہے کہ یہ تخریبی عمل کوئی متاثرہ فرد دیدہ و دانستہ نہیں کرتا بلکہ ایسے افراد میں ایسا غبار بڑھ جاتا ہے جو کسی نہ کسی طرف نکلنے پر زور دیتا ہے۔ پھر یہ لاشعوری طور پر نکلتا ہے اور یہ اثرات دکھاتا ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔

میں اپنے ملک کے ڈاکٹروں اور عاملوں وغیرہ سے اور علمائے کرام سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ اس موضوع پر اظہار خیال کریں۔

(بشکریہ ماہنامہ حکایت)

اللہ کے رب العالمین ہونے کا اسرار

ڈاکٹر ہلوک نور باقی

این من دابہ لا تحمل رزقھا اللہ یرزقھا وایاکم وھوالسمیع العلیم ○

ترجمہ! "کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور
ا رازق بھی وہی ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے" (العنکبوت 29 آیت 60)

سورۃ العنکبوت جو اللہ کے نام "رب" کی خصوصیات بیان کرتی ہے۔ قرآن کی بہت مشکل
رتوں میں سے ہے۔ اس آیت میں جو خاص پیغام دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کس طرح قادر مطلق اپنی
مخلوقات کی مدد کو پہنچتا ہے جو خود اپنے لئے خوراک یا ذرائع حیات حاصل نہیں کر سکتے۔ حال ہی
ں ایسی بہت سے شہادتیں ملی ہیں جو اس آیت کی سچائی کو ثابت کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں تفصیلات
ں جانے سے پہلے علم حیاتیات کے تناظر میں اللہ کے نام "رب" کی اہم خصوصیات کا خلاصہ پیش
نا چاہوں گا۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ روئے زمین پر لاکھوں کی تعداد میں پودوں کی قسمیں ہیں اور جانوروں کی
ام تو دس لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ زندہ رہنے کے لئے یہ مخلوقات لاکھوں کروڑوں سالوں سے
راک حاصل کرتی رہی ہیں اور بعض اوقات تو ایک مخلوق دوسری اصناف کو کھا کر زندہ رہتی رہی
۔ یہ موضوع جو بہت سے لوگوں کو عامیانہ سا لگے گا پر حالیہ سالوں میں گہری تحقیقات کی گئی ہیں
جو نتائج حاصل کئے گئے ہیں وہ واقعی حیران کن ہیں۔

اللہ کے حتمی وجود کی سب سے زیادہ اہم شہادتوں میں سے ایک وہ نشانی ہے جو مخلوقات کے
خوراک کے سلسلے یا خوراک کی زنجیر بنانے سے متعلق ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب
قات ایک دوسرے کو کھاتی ہیں تو زمین پر اس قدر بڑی تعداد میں جاندار کس طرح سے زندہ اور
ود ہیں؟ ان میں سے سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ اہل مخلوق دوسری تمام مخلوق کو
ر ختم کیوں نہیں کر دیتی؟ مگر کوئی جسمیہ یا مخلوق، چاہے وہ کتنی کمزور ہی کیوں نہ ہو اپنی نسل کو
ی رکھے ہوئے ہے اور بالکل غائب نہیں ہو جاتی۔ چند مشثنیات مخصوص اور غیر معمولی حیاتیاتی
ت کا نتیجہ ہیں۔ جن کا خوراک کی زنجیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس سوال کے جواب دینے سے قبل میں آپ کو اس مطالعہ اور تحقیق کی طرف توجہ دلاؤں گا جو دیمک پر (جو ایک چیونٹی سے چھوٹا اس سے ملتا جلتا حشرہ ہے) حالیہ سالوں میں کی گئی ہے۔

دیمک، دوسرے حشرات کی طرح انڈے دیکر اپنی نسل بڑھاتی ہے ایک دیمک عام طور پر ایک ہزار سے دو ہزار تک انڈے دیتی ہے۔ اس میں سے نصف تعداد ہی حیات کی کشمکش میں داخل ہوتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ دیمک کی ایک قسم ایک وقت میں بیس لاکھ انڈے دیتی ہے۔ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ یہ انڈے بہت سے دوسرے حشرات کے لئے بے حد لذیذ اور مرغوب غذا ہوتے ہیں اور ہر ایک حشرہ کوشش کرتا ہے کہ وہ ان کو اپنی غذا بنالے۔ اسی وجہ سے اللہ نے اس دیمک کو جو مخصوص اہلیت و دیعت کی ہے وہ انڈوں کی تعداد کا بہت زیادہ ہونا ہے۔ چنانچہ ان بیس لاکھ انڈوں میں سے پانچ چھ سو کی تعداد کسی نہ کسی طرح بچ جاتی ہے۔ اس طرح اس کی نسل چلتی رہتی ہے نوع اور نسلوں کے جاری رہنے کا یہ عمل اس حقیقت کے باوجود ہے کہ اللہ نے ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کی خوراک بنا رکھا ہے۔ جو یہ چھوٹی مخلوق یعنی دیمک بھی ظاہر کرتی ہے۔

اللہ نے تمام مخلوقات پر اس قسم کے عددی توازن کو مقرر کر رکھا ہے کہ کوئی جاندار نسل بھی اس کی مقرر کردہ حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ علم حیاتیات کا یہ قانون اس وقت انسان کے علم میں نہیں آسکا تھا جب تک زراعت میں موجود کیڑے مکوڑوں پر کیمیاوی جنگ کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ ایسی کیمیاوی ادویات جیسے ڈی ڈی ٹی کے وسیع پیمانے پر استعمال سے یہ معلوم ہوا کہ کیڑوں مکوڑوں کی نسلیں اس طرح قدرتی طور پر ایک ایسے توازن میں موجود ہیں کہ ان میں سے ایک قسم کے کیڑوں کی تباہی کی وجہ سے ماحولیات کے توازن پر اس قسم کا اثر پڑا کہ ایک اور قسم کی نقصان دہ مکڑی بڑی تعداد میں پیدا ہو گئی جس سے پورا توازن ہی بگڑ گیا۔

لوح محفوظ کے ریکارڈ جن کا ذکر قرآن میں اللہ نے متعدد مواقع پر کیا ہے تمام مخلوقات کا ایسا اہم ریکارڈ ہے۔ جیسے کہ یہ ایک کمپیوٹر میں بڑی احتیاط اور درستی سے درج (کوڈ) کیا گیا ہو۔ اس چیز کا پیشگی فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے کہ کون سی مخلوق کسی دوسری مخلوق کو کس تعداد میں اپنی خوراک بنائے گی۔ یہ حساب کتاب جو ذہن اور تصور کو بھی چکرا دے، اللہ کی اس خاصیت کی آئینہ دار ہے جس سے اس کا رب ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ تمام صحیح الذہن ماہرین حیاتیات کے لئے اس عجوبے کی وجہ سے اللہ کی حمد و ثناء لازم ہو جاتی ہے۔ اگر خدانخواستہ فطرت بے ہنگم اور جنگلی صفات والی ہوتی جیسا کہ کفر میں پھنسے ہوئے لوگ ابھی تک سمجھتے ہیں تو خوراک کا یہ اصول لاکھوں کروڑوں سال قبل ہی

ختم ہو چکا ہوتا اور معدودے چند بچ جانے والی گوشت خور مخلوق ایک دوسرے کو کھا پی کر ہضم کر چکی ہوتی اور زمین پر زندگی کے آثار وقت سے بہت پہلے معدوم ہو چکے ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اللہ' غیر اللہ کے ماننے والوں اور ملحدوں کو کثرت سے یاد دلاتا ہے کہ قرآن میں بتائی گئی رب کی خصوصیات کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ زمین پر خوراک کی اس زنجیریا سلسلے کو ایمان کا نصاب سمجھا جاتا ہے۔ ان ملحد' حیاتیاتی سائنس دانوں کے لئے جو ابھی تک تاریک ماضی میں رہ رہے ہیں' یہ انتہائی بد قسمتی کی بات ہے۔

غور و فکر سے عاری کچھ لوگ خوراک کے سلسلے میں حشرات اور جسمیوں کے ایک دوسرے پر اس انحصار کو ایک المیہ تصور کرتے ہیں۔ مگر نامیاتی زندگی تنوع اور بہتات کا ایک اظہار ہے۔ تباہ ہو جانا اور ایک انجام کو پہنچنا' تنوع اور بہتات کا ایک انمٹ اور غیر متغیر قانون ہے ایک سالمے سے دوسرے سالمے (MOLECULE) میں بدل جانا ایک خدائی آرٹ کی نشاندہی ہے۔ مٹی کی لیبارٹری میں ایک مردہ تتلی ایک نہ رکنے والے سلسلے کے ذریعے ایک نازک گلاب کی صورت میں نکل آتی ہے۔

جہاں تک اس آیت کے خاص پیغام کا تعلق ہے بہت سی مخلوقات کے ذریعہ حیات کی بہم رسانی کے لئے اس قسم کا خدائی نظام موجود ہے جس کے مطالعہ سے ہر کوئی سالوں سال تک ششدر اور حیران رہ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک خاص قسم کا الو اپنی مخصوص جگہ پر بغیر حرکت کے بیٹھا رہتا ہے اور ایک ایسی مخصوص قسم کی برقناطیسی اشعاع (RADIATION) خارج کرتا ہے جس کے اثر سے ایک چڑیا اس کے بالکل سامنے آکر بیٹھ جاتی ہے۔ اس طرح وہ الو اپنے شکار کو بغیر محنت کے پکڑ لیتا ہے۔ ایک خاص قسم کا ماہی خور پرندہ (پلیکان) کوئی مچھلی نہیں پکڑ سکتا جب تک وہ دلدل میں بالکل ساکت حالت میں مسلسل چھ گھنٹے تک اپنے شکار کا انتظار نہ کرے۔

مگر اس آیت میں دیا گیا پیغام ان عجوبوں سے بھی آگے تک پہنچتا ہے وہ مخلوقات جو ظاہر طور بطور خود زندہ نہیں رہ سکتیں اپنی خوراک کس طرح حاصل کرتی ہیں؟ حال کے چند سالوں میں اس سے متعلق وحیران کن دریافتیں کی گئی ہیں جو یہ ہیں۔

پہلی دریافت الاسکا میں حیاتی تحقیقات کے ایک گروپ نے کی ہے یہ ایک انتہائی شاندار فوٹو مشتمل جس میں ایک چھوٹے سے کیڑے کو برف کے اندر پھنسا ہوا دکھایا گیا ہے مگر اس کے منہ میں سبز پتے کا ایک ٹکڑا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اس آیت کی زندہ مثال دکھادی ہے کہ

ایک کیڑے کو خوراک بہم پہنچانے کے لئے کس طرح اتنی گہری برف میں بھی نباتات کا انتظام کیا گیا ہے۔

ہماری دوسری مثال بھی حیاتیاتی سائنس کے علم میں انقلاب برپا کرنے کے لئے کافی ہے۔

مستعد اور چلتے ہوئے آتش فشانوں سے بہنے والے لاوے کے ذریعے' لاوے کی غار بن جاتی ہے۔ چونکہ غاریں اس گرم لاوے سے وجود میں آتی ہیں جس کا درجہ حرارت 200 سے 300 سینٹی گریڈ ہوتا ہے' ان غاروں میں نئی زندگی کی تخلیق کے ممکنات پر تحقیق کرنے والی ایک ٹیم نے ایک غار میں سانپ سے ملتی جلتی ایک مخلوق کا سراغ لگایا۔ پہلے تو انہیں خیال آیا کہ یہ باہر کی عام دنیا کا ایک سانپ ہے۔ مگر یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئے کہ اس مخلوق کا سانپ کی نسل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایک دیوہیکل کیڑا تھا جو ڈیڑھ دو میٹر لمبا تھا۔ مگر حقیقی حیرانگی اس وقت ہوئی جب اس کا معائنہ لیبارٹری میں کیا گیا اس لئے کہ یہ بے حد بڑا کیڑا' کسی اور کیڑے کی طرح کا نہیں تھا۔ اس میں نہ تو کوئی نظام ہضم تھا اور نہ ہی کوئی نظام تنفس تھا۔ اس مخلوق میں جو ایک چیز تھی وہ اس کا دل تھا۔ یہ کس طرح زندہ رہتا ہوگا؟ کیسے کھاتا ہوگا؟ اور کس طرح سانس لیتا ہوگا؟

اس مخلوق کی تحقیق نے یہ معمہ حل کر دیا۔ اس کی جلد پر رہنے والے خوردبینی جراثیم (BACTERIA) اسے خوراک مہیا کرتے تھے اور انہی کے ذریعے یہ مخلوق آکسیجن حاصل کرتی تھی۔ اس طرح ایک دفعہ پھر اللہ نے اس آیت مبارکہ میں بیان کردہ اسرار کو حیاتیاتی لیبارٹری میں ظاہر کر دیا۔

اس دو میٹر لمبے کیڑے کی دریافت نے نظریہ ارتقاء کے حامیوں کے غلط استدلال کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جھوٹا ثابت کر دیا ہے اس لئے کہ یہ کیڑا نہ تو اکیلے خلیے والے امیبا (AMOEBA UNICELLULAR) سے ارتقاء پذیر ہوا اور نہ ہی کسی اور جاندار سے اس لئے کہ یہ تو اس غار میں پیدا ہوا جسے آتش فشاں کی بے پناہ گرم آگ نے جلا کر بھسم کر دیا تھا۔ یہ ایک انتہا قسم کا عجوبہ تھا' جو اللہ کی بطور رب اور رازق والی صفات کو بیان کرتا ہے۔

انسان کو سائنس کا علم اس لئے دیا گیا کہ وہ اللہ کی کاریگری کا ادراک کرے اس کے برخلاف جو بھی سوچ ہے وہ انسان کی خود فریبی اور سراب ہی ہے۔ اور اس کا نظریہ ارتقاء کی طرح معدوم ہو جانا لازمی امر ہے

کلام اقبال

عبدالرشید ساہی

شعر نمبر1

اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا؟
مجھے فکر جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا؟

اقبال فرماتے ہیں اے خالق کائنات دنیا کے اکثر لوگ تیری مرضی پر نہیں چلتے تیرے بتائے ہوئے قوانین پر عمل نہیں کرتے یعنی صراط مستقیم پر چلنے کی بجائے شیطانی راستوں پر چل رہے ہیں لیکن مجھ کو اس بات کا کوئی حق نہیں کہ میں اس حالت پر اعتراض کروں کہ تو نے یہ دنیا اس نہج پر کیوں بنائی ہے کہ یہاں ہر طرف فسق و فجور کی گرم بازاری ہے اور نیکو کاروں کی کہیں قدر و منزلت نہیں ہے یہ جہاں تیرا پیدا کردہ ہے میرا پیدا کردہ نہیں ہے اور نہ اس کی تخلیق میں کسی انسان کے مشورہ کو دخل ہے اس لئے میں تیری مشیت کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں انسان کو خدائی نظام پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ اس کا فرض ہے کہ رب کریم کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرے اور اپنی اصلاح کرے کیونکہ قیامت کے روز نہ اس سے کسی دوسرے کے مال کی پرسش ہوگی اور نہ یہ دریافت کیا جائے گا کہ یہ کائنات کس طرح پیدا ہوئی اور کس طریقہ سے اس کا کاروبار چلایا گیا یہ سب باتیں انسانی دسترس سے باہر ہیں انسان کو خدا تعالیٰ نے محض اپنی فرمانبرداری اور اطاعت کے لئے بنایا ہے اور اس کو بلا چون و چرا اپنے خالق و مالک کا ہر حکم ماننا چاہیئے یہی زندگی کی کامیابی کا راز ہے۔

نمبر2

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لا مکاں خالی
خطا کس کی ہے یا رب! لا مکاں تیرا ہے یا میرا؟

علامہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ ذات مکاں اور زماں کا نہیں ہے یعنی اللہ کریم کے لئے کوئی مکان یا مقام نہیں ہے اور نہ زمان اس پر جاری ہو سکتا ہے اور وہ زمان سے ماوراء ہے یعنی مکان کی قید میں نہیں ہے چونکہ ذات کبریا فلک الافلاک سے بھی ماوراء بلکہ وراء الوراء ہے اس لئے نہ وہ مکاں میں ہے نہ زماں میں۔ اقبال شاعرانہ انداز میں اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ اے خدا اگر لامکاں میں تیرے عشاق موجود نہیں، بالفاظ واضح تر اگر تیرے فرشتے تیرے عشق میں ہنگامہ ہائے

شوق برپا نہیں کرتے تو یہ بات تیری مشیت کے عین مطابق ہے کیونکہ تو نے فرشتوں کے اندر عشق کا جذبہ
ودیعت ہی نہیں فرمایا دوسرے الفاظ میں علامہ اقبال خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں کہ اے خدا یہ
محض تیرا کرم ہے کہ تو نے انسان ضعیف البیان کو اپنی محبت اور عشق سے نوازا ہے اس میں اپنی روح
پھونکی ہے اور وہ اس عالم میں جو مکان سے عبارت ہے تیری محبت میں ہنگامہ ہائے شوق برپا کرتا رہتا ہے
جس کی وجہ سے یہ دنیا مقام رونق بن گیا ورنہ یہاں کسی قسم کی دلکشی نہ ہوتی۔

مقام شوق تیرے قدسیوں کے بس کا نہیں
انہی کا کام ہے جن کے حوصلے ہیں زیاد

علامہ نے راز کو افشاں کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی محبت اور معرفت سے نواز کر ہی تو
فرشتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

نمبر3

اسے صبح ازل انکار کی جرات ہوئی کیونکر؟
مجھے معلوم کیا! وہ راز داں تیرا ہے یا میرا؟

علامہ فرماتے ہیں کہ اے خدا!! یہ درست ہے کہ ابلیس نے تیرے حکم سے سرتابی کی لیکن اس
میں بھی شک نہیں کہ اس میں انکار کی جرات تیری مرضی کی بدولت ہی پیدا ہوئی کیونکہ تیری مشیت کا
تقاضا یہی تھا کہ دنیا میں آدم کے ساتھ ساتھ ابلیس کا وجود بھی کار فرما رہے اسی لئے تو نے دونوں کو پیدا کیا
اور ابلیس کو اختیار دیا کہ وہ جو راستہ چاہے اختیار کرے چنانچہ اس نے اپنی مرضی سے انکار کا راستہ اختیار
کیا لیکن اگر تو چاہتا تو اس کو انکار کی ہرگز جرات نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس صورت میں اس کی آزادی
سلب ہو جاتی لیکن اگر تو چاہتا تو ایسی دنیا بھی پیدا کر سکتا تھا کہ جس میں ابلیس کا وجود ہی نہ ہوتا لیکن تو نے
اس صورت کو پسند نہیں کیا بہر حال میرا فرض تو تیری مشیت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے ابلیس کے
وجود کی وجہ سے ہی انسان کو رفعت سربلندی اور عظمت عطا ہوتی ہے یہ محض ابلیس کے بہکاوے میں نہ
آنے کے صلہ میں انعام ملتے ہیں لیکن اگر انسان خدائے رحمان کے گروہ میں سے نکل کر شیطان کے گروہ
میں چلا جائے تو ذلالت' ندامت' گمراہی اور نامرادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو؟

نمبر4

محمد بھی تیرا جبریل بھی قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرف شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا؟

علامہ فرماتے ہیں اے رب ذوالجلال واکرام !!اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی مکرم و محترم ﷺ
ضرت جبرئیل اور قرآن مجید' یہ تینوں تیرے ترجمان ہیں یعنی تیری مرضی اہل دنیا پر ظاہر کرتے ہیں
ں کو تیرا ہی پیغام پہنچاتے ہیں اور تیرے ہی ترانے گاتے ہیں اور تیری مرضی' وہ دستور ہے جو کہ تو نے
ن حکیم کی صورت میں سرکار دو عالم کے واسطہ سے نوع انسانیت کے لئے بذریعہ جبرائیل نازل فرمائی
لیکن یہ حرف شیریں یعنی جذبہ عشق و محبت جو انسان کے قلب میں موجزن ہے یہ بھی تو تیرا ہی ترجمان
یعنی یہ بھی تو تیرا ہی پیدا کردہ ہے اور ہم اسی جذبہ کے تحت بعض اوقات تیرے قوانین کو توڑ دیتے ہیں
تو ہم پر نظر کرم فرما اور ہماری خطاؤں کو معاف فرما دے ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی فرما اور ہم پر اپنی
ت اور اپنے کرم کا سایہ رکھ۔

جذبہ عشق و محبت انسانی زندگی کو جرات اور دلیری مہیا کرتا ہے اسی جذبہ کی بدولت علامہ اقبال نے
تعالیٰ سے شکوہ کر دیا ورنہ کہاں خالق کا مقام اور کہاں یہ ناچیز ناتوان اور کمزور انسان جو کہ ہر سانس کے
جانے اور باہر آنے کے لئے بھی خدا تعالیٰ کا محتاج ہے کوئی پتہ بھی نہیں گرتا مگر وہ خدا تعالیٰ کے علم میں
ہے انسان اسی جذبہ کی بدولت اللہ اور اس کے رسول برحق کی عزت کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی جان
یل جاتا ہے ورنہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو ایسے کاموں سے اجتناب کرنا چاہئے جہاں پر جان جانے
طرہ ہو۔

دنیا کے تمام حکماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انسان اپنی عقل کی بدولت صرف مظاہر کو جان سکتا ہے
ن کا علم حاصل نہیں کر سکتا علم حقائق کا ذریعہ عقل نہیں ہے بلکہ وجدان ہے اور یہ طاقت عشق کی
ت انسان میں پیدا ہو سکتی ہے اور عشق' فقر کا ثمر ہے اور فقر صرف مرشد کامل کی صحبت سے پیدا ہو
ہے اسی لئے علامہ صاحب نے اپنے تمام کلام میں مرشد کی صحبت اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ چراغ
راغ ہی سے جل سکتا ہے دوسری کوئی صورت نہیں یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں بزرگوں نے اسی
ل پر عمل کیا ہے۔ مرشد کی محبت سے وہ نگاہ پیدا ہو سکتی ہے جو انسان کو حقائق سے آشنا کر سکتی ہے۔

علامہ فرماتے ہیں۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

نمبر5

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوال آدم خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

علامہ فرماتے ہیں اے خدا !! تیری یہ دنیا آدم ہی کے دم سے آباد ہے اس کی بدولت اس کی خوبصورتی اور رونق ہے اگر جذبہ عشق ختم ہو جائے اور آدم کا زوال میرا زیاں نہیں بلکہ اس میں آپ کا نقصان ہے کیونکہ جمادات' نباتات اور حیوانات نہ آپ سے محبت کر سکتے ہیں اور نہ آپ کے نام پر کٹوا سکتے ہیں یہ حوصلہ تو آدم ہی کا ہے کہ وہ آپ کے لئے سر بکف ہو کر نکلتا ہے اور اپنے خون سے آپ کی ہستی کا اثبات کر دیتا ہے۔

علامہ اقبال نے رموز بے خودی میں ارشاد فرمایا ہے

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گرویدہ است

یعنی امام حسینؓ نے کربلا میں اللہ تعالٰی کے قانون کو زندہ کرنے کے لئے اپنا سر کٹوایا اور اس طرح انہوں نے توحید الٰہی کو دنیا میں زندہ کر دیا یعنی کوئی انسان اللہ کے سوا کسی دوسرے انسان کی اطاعت نہیں کر سکتا جنگ بدر میں نبی مکرم و محترم کی دعا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

اے خدا!! اگر یہ مٹھی بھر جماعت آج تباہ و برباد ہو گئی تو پھر تو قیامت تک نہ پوجا جا سکے گا پھر کون دنیا میں یہ کہہ سکے گا کہ لا الہ الا اللہ ۔ اے خدا!!! اس دنیا کی ساری رونق آدم کے دم سے وابستہ ہے یہ دنیا محض اسی کوکب کی تابانی سے منور ہے اگر جذبہ عشق و محبت زائل ہو جائے تو یہ کوکب تاریک ہو جائے۔

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

ویدوں سے ثابت

مولانا شمس نوید عثمانی

حضرت موسیٰ علیہ السلام و دیگر انبیاء ہندوستان میں

جی ہاں حضرت آدم علیہ السلام و نوح علیہ السلام ہی نہیں، دیگر بہت سے انبیاء کی ہندوستان میں آمد و موجودگی کی بہت سی روایات موجود ہیں جن میں کچھ کا ذکر ہم ذیل میں کر رہے ہیں۔

"محققین کو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہل عرب بودھ کو ہی بوذاسف کہتے تھے" اس دور کے نامور عالم مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کو مہاتما بدھ میں نبوت کا پرتو نظر آتا تھا اور وہ کلام مجید کی ذوالکفل اور کپل وستوا کو ایک ہی شخصیت قرار دیتے تھے۔

اے این کننگھم کی آثار قدیمہ کی 63۔1862 کی رپورٹ کے تذکرے کے ذیل میں ہمیں یہ ملتا ہے:

"..... کننگھم نے اجودھیا میں ان تودوں کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ منی اور کبیر پربتوں کے درمیان مسلمانوں کا ایک مذہبی مقام ہے جو مشرق سے مغرب تک 64 فٹ ہے اور 47 فٹ چوڑا ہے اور اس میں دو مزار ہیں جنہیں حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام سے منسوب کیا جاتا ہے۔"

"ہندوستان کی زمین بھی خدا کے پیغمبروں سے خالی نہیں رہی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے بزرگ تک جو عقائد میں بڑے متشدد ہیں ہندوستان میں بعثت انبیاء کے قائل ہیں اور ان کو یہاں کے بعض شہروں میں نور نبوت نظر آیا تھا"۔

"ایم زماں کھوکھر نے مزار نوح علیہ السلام یا فرزند نوح علیہ السلام کے مرقد کے علاوہ وسیع و عریض قبروں کی نشاندہی کی ہے ان کے بقول موضع چوگانی میں حضرت طانوغ کنعانی تھے اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ آئینہ گجرات میں درج ہے کہ قاضی سلطان محمود نے علم کشف القبور کے ذریعہ گجرات کے آس پاس متعدد مزارات کی نشاندہی کی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ تمام قبریں ان تمام انبیاء بنی اسرائیل کی ہیں جو اولاد موسیٰ علیہ السلام و عمران میں سے تھے۔ قدیم تاریخی حوالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ گجرات، علم و فضل کے اعتبار سے خطہ یونان ہی نہیں بلکہ روحانیت کی نسبت سے پیغمبروں کا مدفن

بھی ہے۔ رووال شریف کے مقام پر ایک مزار موجود ہے جس کی لمبائی عام قبر سے کئی فٹ زیادہ ہے ا
کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں آدم علیہ السلام کے بیٹے شیث علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک
بزرگ دفن ہیں ۔سیر نگر میں ہمسیالان کی ایک تربت ہے۔ بخت نصر کے حملے کے دوران اپنے بیٹے سمیت
قید ہو گئے تھے اور بابل میں اسیری کے 70 برس گزارنے کے بعد ہند کی طرف چلے آئے تھے۔ ان کے جد
امجد حضرت ہارون ہیں۔ قصبہ ٹانڈا میں ایک اسرائیلی سردار نقیب خوشی کی قبر ہے۔ دریائے توی کے
کنارے سلطان فینوس اور فنسانوس کی قبریں ہیں۔ یہ دونوں بزرگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے
افراسیم کی اولاد میں سے بیان کیے جاتے ہیں۔ سلطان سینادوش کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ حضرت
داؤد علیہ السلام کے فرزند ہیں۔۔۔ ایک نوگزی قبر موضع رنگڑہ میں بھی ہے۔ ان صدیوں اور قرنوں
پرانی قبروں نے اگر اپنے تقدس اور احترام کو برقرار رکھا ہوا ہے تو اس مزار میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ
پیغمبروں کے معجزات ہیں"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہندوستان کی جین قوم کی روایات
میں یہ ملتا ہے کہ وہ ہندوستان تشریف لائے۔

اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام و نوح علیہ السلام کے ضمن میں بیان کردہ روایات کے مقابلے میں
مندرجہ بالا روایات کی حیثیت اور زیادہ کمزور ہے لیکن پھر بھی کیونکہ روایات موجود ہیں اس لئے ہم نے
مختصراً" بیان کر دیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہندوستان میں آمد کے بارے میں کشمیر اور لداخ میں بہت سی روایتیں
مشہور ہیں روسی اور انگریزی محققین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ذیل میں ہم ہندی زبان کے مشہور
رسالے کادمبنی (مارچ 1973) میں چھپے اچاریہ رجنیش کے ایک مضمون "عیسیٰ علیہ السلام کی نامعلوم
زندگی" سے کچھ اقتباسات نقل کر رہے ہیں (تراجم ہندی سے اردو)

"..... ہندوستان کے پاس یہ یقین کرنے کے کئی ثبوت ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں ایک بدھ مٹھ
میں ٹھہرے رہے کشمیر میں کہانیاں مشہور ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام وہاں تھے..... مراقبے میں غرق تھے پھر
یروشلم میں ظاہر ہوئے۔ اس وقت وہ تیس سال کے تھے"

"..... ایک فرانسیسی مصنف اپنی کتاب "جنت کا سانپ (The Serpent of Paradise) میں کہتا
ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ تیس سال کے ہونے تک انہوں نے کیا کیا اور کہاں رہے ایک روایت کے مطابق
وہ کاشیر میں رہے تھے"۔

"..... روسی سیاح نکولاس فیرووچ جو کہ قریب 1888ء کے آس پاس ہندوستان آیا تھالداخ گیا۔ وہاں وہ بیمار پڑ گیا اور مشہور ہنمیس گپھا میں رہا۔ گپھا میں اپنے قیام کے دوران وہ متعدد بدھ گرنتھ پڑھ گیا اس نے ان بدھ گرنتھوں میں عیسیٰ علیہ السلام کا ان کی تعلیمات اور ان کے لداخ کے سفر وغیرہ کے بارے میں کافی بیان پایا۔ بعد میں اس نے ایک کتاب شائع کی۔ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کے لداخ اور مشرق کے دوسرے ممالک کے سفر سے متعلق بیانوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ لداخ میں عیسیٰ علیہ السلام اونچے پہاڑوں کے دروں میں سے گزر کر برفیلے راستوں و پنڈوں کو پار کرتے ہوئے کشمیر میں پہلگام پہنچ گئے۔ وہ پہلگام (گڈریہ اور گام) کا مطلب گاؤں۔ بعد میں سری نگر جاتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام آرام کے لئے رکے اور اسکم مقام پر انہوں نے اپدیش دیئے۔ یہ گاؤں بھی اسکم (عیسیٰ علیہ السلام کے آرام کی جگہ) نام سے ان کے پیچھے ہی پکارا جانے لگا"۔

اسی ہندی رسالے کادمبنی کے دسمبر 1978 کے شمارے میں شانتی کنج ہری دوار کا ایک مضمون "تبتی لاما کی قربت میں عیسیٰ علیہ السلام" کے عنوان سے چھپا اس کے اقتباسات بھی ہم نقل کر رہے ہیں۔ (تراجم ہندی سے اردو)

"یہ تیس سال عیسیٰ علیہ السلام نے کہاں اور کس طرح گذارے' یہ جاننے کے لئے عالموں نے کافی ریسرچ کی ہے۔ ریسرچ اسکالروں میں سب سے آگے ہیں روسی عالم نوررووچ' جنہوں نے لگاتار چالیس سال تک مختلف ملکوں کا سفر کر کے ریسرچ کی اور اپنے نتائج کو 1898ء میں "عیسیٰ علیہ اسلام کی نامعلوم زندگی" (Unknown Life of Jesus) نامی کتاب کی شکل میں شائع کرایا۔ نکولس نوررووچ اپنے تحقیقاتی سفر کے دوران تبت بھی گئے اور انہوں نے تبت کے ہنموس بودھ وہار میں تاڑ کے پتوں پر لکھا ہوا ایک قدیمی گرنتھ دیکھا۔ نوررووچ نے اس بودھ وہار میں گذارے عرصہ کا بیان اس طرح لکھا ہے۔۔۔۔۔"

میں جب ایک گپھا میں گیا تب وہاں ایک لاما نے مجھے ایک ایسے پیغمبر کے بارے میں بتایا جسے وہ بدھ کا ہی ایک روپ مانتا تھا۔ لاما نے اس پیغمبر کا نام عیسیٰ علیہ السلام بتایا اور کہا کہ ہم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کا نام بڑی عزت کے ساتھ لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں ہمیں زیادہ معلومات نہیں ہے۔ لیکن بڑے لاما کے پاس ایک قدیمی گرنتھ ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے کسی طرح نوررووچ نے وہ قدیمی گرنتھ دیکھنے اور اس کی تصویر اتارنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس گرنتھ میں 14 باب اور 244 اشلوک اس گرنتھ میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو بیان ملتا ہے وہ اس طرح ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام گیان حاصل کرنے کی غرض سے ہندوستان آئے۔ ان دنوں یروشلم کے سوداگروں کے قافلے تجارت کے لئے یہاں آیا کرتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام سب ہی انسانوں سے محبت کرتے تھے اور انہیں بھی ویش شودر سبھی

پیار کرتے تھے۔ ان دنوں وہ جگن ناتھ پوری میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جگن ناتھ مندر کے پجاریوں کی ناراضگی کا پتہ چلا تو وہ جگن ناتھ مندر چھوڑ کر راج گرہ چلے گئے۔۔۔۔ چھ سال وہاں رہے اس کے بعد نیپال ہوتے ہوئے تبت پہنچے۔ سولہ سال تک اس طرح سفر کرتے ہوئے ایران کے راستے سے اپنے وطن لوٹ گئے۔ تبت کے سفر کے دوران انہوں نے چند سال ہنموس بودھ وہار میں لاما کے ساتھ بھی گذارے تھے۔۔"

"انجیل میں بھی ایسا بیان ملتا ہے کہ بیت لحم میں جب عیسیٰ علیہ السلام کا جنم ہوا تب مشرق کے کوئی گیانی پرش ان کا درشن کرنے کے لئے بیت لحم آئے آر تھرل نے اس گیانی پرش کو بدھ سنیاسی بتایا ہے"۔

"کرائسٹ ان کشمیر" میں عزیز قریشی نے لکھا ہے کہ ان دنوں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستان میں آکر بس گئی تھی۔ جن کے نشانات ابھی بھی یہاں پائے جاتے ہیں۔ کشمیر کے گوجر لوگ اپنے کو اسرائیل قبیلے کا بتاتے ہیں ان کے نام اب بھی یہودی ڈھنگ کے ہوتے ہیں وہ عبرانی سے ملتی جلتی زبان بولتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہودیوں میں بھی عبرانی زبان چلتی ہے ان کے گھروں کے نام بھی یہودیوں جیسے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام خود بھی یہودی خاندان میں پیدا ہوئے تھے اور ان دنوں ہندوستان میں آنے والے تاجروں کے ساتھ یہاں آگئے تھے۔

"درائی سوامی انگر کے لکھے ہوئے .Discoveries About Aryans اور Missing Links اور Long اور "عیسیٰ علیہ السلام۔ مسیح اور خدا" کے بغیر بات ادھوری رہے گی۔ آئنگر نے اس کتاب میں جمیس کی لکھی ہوئی کتاب سے بطور ثبوت کئی تصویریں دی ہیں۔ کتنی ہی تصویریں ہیں جن میں ہندوستانی تہذیب کی چھاپ ہے...."

"....بھوشیہ پران کے پرسنگ 13 دھیائے 22 کے 21 سے 26 اشلوک تک ہمالیہ پر عیسیٰ علیہ السلام سے شکادیش کی ملاقات کا بیان اس طرح ملتا ہے۔ "ایک بار شکادیش ہمالیہ سے آگے ہوڑ دیش گئے وہاں انہوں نے ایک سفید پوش گورے رنگ کے سنت کو پہاڑوں میں گھومتے ہوئے دیکھا۔ شکادیش نے ان سے تعارف چاہا تو سنت نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام میرا نام ہے۔ میں نے کنواری ماں کے پیٹ سے جنم لیا ہے اور میں غیر ملک سے آیا ہوں مجھے مسیح کہا جاتا ہے"

مندرجہ بالا مضمون میں اس کے علاوہ رمیش چندروت کی کتاب "قدیم ہندوستان میں تہذیب کی تاریخ" (History of Civilisation in Ancient India) اور ڈاکٹر اسپنسر کی "عیسیٰ علیہ السلام کی پوشیدہ زندگی" (Mystic Life of Jesus) کے حوالے سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہندوستان آنا ثابت کیا گیا ہے۔

یہ تھیں ہندوستانی انگریزوں اور ایک روسی کی تحقیقات انہیں آپ مانیں یا نہ مانیں (حالانکہ نہ ماننے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے) اب آیئے دیکھیں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ہندوستان سے تعلق کی روایات

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ہندوستان

"رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی حضرت تمیم داری ؓ جو 9ھ میں مسلمان ہوئے ان کے بارے میں ایک چلتی ہوئی روایت ہے کہ وہ جنوبی ہند میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لائے اور یہیں انتقال فرمایا اور نواحی مدارس میں ان کی قبر موجود ہے"

"طبقات ابن سعد سیرت ابن ہشام اور تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ 10ھ میں حضرت خالد ؓ بن ولید نجران سے بنو حارث کا ایک وفد لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے..... رسول اللہ ﷺ نے ارکان وفد کو دیکھ کر فرمایا۔ "یہ کون لوگ ہیں جو گویا ہندوستان کے آدمی ہیں"۔

مندرجہ بالا روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہندوستانیوں کو اتنی اچھی طرح جانتے تھے کہ غیر معروف لوگوں کا حلیہ بیان کرنے کے لئے آپ ﷺ نے ہندوستانیوں کی مثال دی۔ ذیل میں دو روایتیں ہم اور نقل کر رہے ہیں جن سے آپ ﷺ کا ہندوستانیوں سے واقف ہونا ثابت ہوتا ہے

"یوں تو عہد رسالت میں ہندوستان کی مختلف قومیں دیار عرب میں موجود تھیں مگر ان میں سے زط (جاٹ) اور سیابجہ بڑی تعداد میں عرب کے مشرقی سواحل اور ان سے متصل آبادیوں میں رہتے تھے اور پورے عرب کے لوگ ان سے اچھی طرح واقف تھے۔ خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ ان کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ چنانچہ جامع ترمذی کے ابواب الامثال میں ...... حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ کچھ لوگ میرے قریب آئے وہ اپنے جسم اور بال میں جاٹوں کے مشابہ تھے"۔

مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس طریقے سے حسن غریب صحیح ہے۔

صحیح بخاری میں معراج کے باب میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رنگ اور جسامت میں جاٹ سے تشبیہ دی ہے۔

"حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ عیسیٰ علیہ السلام تو سرخ رنگ، گھونگھریالے بالوں اور چوڑے سینے والے ہیں۔ رہے موسیٰ علیہ السلام وہ گندمی رنگ اور سیدھے بالوں

والے تھے۔ گویا وہ جاٹوں (زط) میں سے ہیں۔

یہاں تک تو ہم نے وہ روایات پیش کی ہیں جن میں ہندوستانیوں سے آپ ﷺ کی واقفیت کا ذکر ہے لیکن بات صرف واقفیت تک ہی کی نہیں ہے بلکہ خصوصی تعلق، محبت اور لگاؤ آپ ﷺ کو اس ملک سے تھا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"عربوں کو ہندوستان سے ہمیشہ بڑا لگاؤ رہا..... عربوں کا خیال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں دجنا کے مقام پر اتارے گئے جو ہندوستان میں واقع ہے۔ نور محمدی ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں امانت تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ابتدائی ظہور اس سرزمین میں ہوا"

ایک روایت یہ ہے کہ جنت سی چار دریا نکلے ہیں۔ نیل، فرات، جیحون، سیحون نیل تو مصر کا دریا ہے۔ فرات عراق میں، جیحون ترکستان میں، سیحون کے متعلق یہ ہے کہ ہندوستان کے دریا کا نام ہے۔ کیا جنت کے اس چوتھے دریا کو گنگا کہیں گے؟ بعض لوگوں نے اسے دریائے سندھ قرار دیا ہے"۔

"اسی مناسبت سے عربوں میں یہ روایت مشہور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے اور حضرت علیؓ نے بھی فرمایا کہ سب سے پاکیزہ اور خوشبودار مقام ہندوستان ہے"۔

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ہندوستان میں غزوہ کی بھی خوشخبری سنائی ہے ایسا غزوہ جس میں صرف شرکت ہی کر لینے پر دوزخ کی آگ سے حفاظت کی بشارت ہے۔ امام نسائی نے سنن میں باب غزوۃ الھند کے تحت اور امام طبرانی نے معجم میں سند جید کے ساتھ حضرت ثوبان مولی کی رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کی ہے۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے نار جہنم سے محفوظ رکھا۔ ایک وہ گروہ جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور دوسرا گروہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے گا"۔

"حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے ہندوستان میں غزوہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ اگر میں اس میں شریک ہوا تو اس میں اپنی جان و مال خرچ کر دوں گا، اگر مارا گیا تو بہترین شہید ہوں گا اور اگر زندہ واپس ہوا تو جہنم سے آزاد ابو ہریرہ ہوں گا"۔ (اللہ ہمیں بھی غزوہ ہند کے لئے قبول فرمائے)(جاری ہے)

رمضان المبارک کے آداب

(حافظ محمد یاسین)

(1)۔ رمضان المبارک کا شایان شان استقبال کرنے کے لئے شعبان ہی سے ذہن کو تیار کیجئے۔ اور شعبان کی پندرہ تاریخ سے پہلے پہلے کثرت سے روزے رکھئے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ سب مہینوں سے زیادہ شعبان کے مہینے میں روزے رکھا کرتے تھے۔

(2)۔ پورے اہتمام اور اشتیاق کے ساتھ رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں اور چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھئے

اللہ اکبر اللھم اھلہ علینا بالا من والا یمان والسلا متہ والا سلام والتوفیق لما تحب وترضی ربنا وربک اللہ O

ترجمہ! "خدا سب سے بڑا ہے خدایا یہ چاند ہمارے لئے امن و ایمان سلامتی اور اسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما۔ اور ان کاموں کی توفیق کے ساتھ جو تجھے محبوب اور پسند ہیں۔ اے چاند ہمارا رب اور تیرا رب اللہ ہے"۔

ہر مہینے کا نیا چاند دیکھ کر یہی دعا پڑھنی چاہیے۔

(3)۔ رمضان میں عبادات سے خصوصی شغف پیدا کیجئے۔

فرض نمازوں کے علاوہ نوافل کا بھی خصوصی اہتمام کیجئے اور زیادہ سے زیادہ نیکی کمانے کے لئے کمربستہ ہو جائیے۔

یہ عظمت و برکت والا مہینہ خدا کی خصوصی عنایت اور رحمت کا مہینہ ہے شعبان کی آخری تاریخ کو نبی پاک ﷺ نے رمضان کی برکتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"لوگو تم پر ایک بہت عظمت و برکت کا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے خدا نے اس مہینے کے روزے فرض قرار دیئے ہیں۔ اور قیام لیل (مسنون تراویح) کو نفل قرار دیا ہے جو شخص اس مہینے میں دل کی خوشی سے بطور خود کوئی ایک نیک کام کرے گا وہ دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر اجر پائے گا اور جو شخص اس مہینے میں ایک فرض ادا کرے گا خدا اس کو دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب بخشے گا"۔

(4)۔ پورے مہینے کے روزے نہایت ذوق و شوق اور اہتمام کے ساتھ رکھئے اور اگر کبھی مرض کی شدت یا شرعی عذر کی بنا پر روزے نہ رکھ سکیں تب بھی احترام رمضان میں کھلم کھلا کھانے سے سختی کے ساتھ پرہیز کیجئے اور اس طرح رہیے کہ گویا آپ روزے سے ہیں۔

(5)۔ تلاوت قرآن کا خصوصی اہتمام کیجئے اس مہینے کو قرآن پاک سے خصوصی مناسبت ہے قرآن پاک اسی مہینے میں نازل ہوا اور دوسری آسمانی کتابیں بھی اسی مبارک مہینے میں نازل ہوئیں۔ اس لئے اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک پڑھنے کی کوشش کریں۔

(6)۔ قرآن پاک ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کیجئے کثرت تلاوت کے ساتھ ساتھ سمجھنے اور اثر لینے کا بھی خاص خیال رکھئے۔

(7)۔ تراویح میں پورا قرآن سننے کا اہتمام کیجئے ایک بار رمضان میں پورا قرآن پاک سننا مسنون ہے۔

(8)۔ تراویح کی نماز خشوع و خضوع اور ذوق و شوق کے ساتھ پڑھیئے اور جوں توں بیس رکعت کی گنتی پوری نہ کیجئے بلکہ نماز کو نماز کی طرح پڑھئے تاکہ آپ کی زندگی پر اس کا اثر پڑے اور خدا سے تعلق مضبوط ہو اور خدا توفیق دے تو تہجد کا بھی اہتمام کیجئے۔

(9)۔ صدقہ اور خیرات کیجئے، غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کیجئے اور ناداروں کی سحری اور افطار کا اہتمام کیجئے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

یہ مواسات کا مہینہ ہے یعنی غریبوں اور حاجت مندوں کے ساتھ ہمدردی کا مہینہ ہے۔ ہمدردی سے مراد مالی ہمدردی بھی ہے اور زبانی ہمدردی بھی، ان کے ساتھ گفتار اور سلوک میں نرمی برتے۔ ملازمین کو سہولتیں دیجئے اور مالی اعانت کیجئے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سخی اور فیاض تو تھے ہی مگر رمضان میں تو آپ ﷺ کی سخاوت بہت ہی بڑھ جاتی تھی۔ جب حضرت جبریل ہر رات کو آپ کے پاس آتے اور قرآن پاک پڑھتے اور سنتے تھے تو ان دنوں نبی پاک ﷺ تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے تھے۔

(10)۔ شب قدر میں زیادہ سے زیادہ نوافل کا اہتمام کیجئے اور قرآن کی تلاوت کیجئے۔ اس رات کی اہمیت یہ ہے کہ اس رات میں قرآن نازل ہوا قرآن میں ہے "ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام کے انتظام کے لئے اترتے ہیں۔

سلامتی ہی سلامتی ہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے"۔

حدیث میں ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہوتی ہے۔اس رات کو یہ دعا پڑھے۔

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

"خدایا تو بہت ہی زیادہ معاف فرمانے والا ہے کیونکہ معاف کرنا تجھے پسند ہے' پس تو مجھے معاف فرما دے"۔

(11)۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیجئے۔

نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ "رمضان کا آخری عشرہ آتا تو نبی ﷺ راتوں کو زیادہ سے زیادہ جاگ کر عبادت فرماتے اور گھر والیوں کو بھی جگانے کا اہتمام کرتے اور پورے جوش اور انہماک کے ساتھ خدا کی بندگی میں لگ جاتے"۔

(12)۔ نہایت عاجزی اور ذوق و شوق کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دعائیں کیجئے۔ حدیث پاک میں ہے کہ خدا رمضان میں عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ رکھنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہو۔

(13)۔ صدقہ فطر دل کی رغبت کے ساتھ پورے اہتمام سے ادا کیجئے اور عید کی نماز سے پہلے ادا کر دیجئے بلکہ اتنا پہلے ادا کر دیجئے کہ حاجت مند اور نادار لوگ بسہولت عید کی ضروریات مہیا کر سکیں اور وہ بھی سب کے ساتھ عید گاہ جا سکیں اور عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صدقہ فطر امت کے لئے اس لئے ضروری قرار دیا تاکہ وہ ان بیہودہ اور فحش باتوں سے جو روزے میں روزہ دار سے سرزد ہو گئی ہوں کفارہ بنے۔

اور غریبوں اور مسکینوں کے کھانے کا انتظام ہو جائے"۔

(14)۔ رمضان کے مبارک دنوں میں خود زیادہ سے زیادہ نیکی کمانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی نہایت سوز' تڑپ' نرمی اور حکمت کے ساتھ نیکی اور خیر کے کام کرنے پر ابھاریئے۔

تاکہ پوری فضا پر خدا ترسی' خیر پسندی اور بھلائی کے جذبات چھائے رہیں اور سوسائٹی زیادہ سے زیادہ رمضان کی بیش بہا برکتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔

ماخوذ از آسان فقہ

محمد یوسف اصلاحی

فکر و عمل کی بات

گذشتہ روز کی 2010ء کی افتتاحی تقریب میں ہمیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی تقریر سب سے اچھی لگی۔ انہوں نے بتایا کہ دنیا کے 57 مسلمان ملکوں کی مجموعی قومی آمدنی 11 سو بلین ڈالر ہے جبکہ اکیلے فرانس کی قومی آمدنی 1200 بلین ڈالر اور اکیلے جرمنی کی آمدنی 2000 بلین ڈالر کے قریب ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی آبادی کا 25 فیصد ہے لیکن تجارت میں عالم اسلام کا حصہ چھ فیصد ہے۔ انہوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے کہا کہ جاپان کے پاس نہ تیل ہے نہ گیس نہ کپاس ہے نہ سونا۔ اسی طرح اس کی زمین بھی بہت کم ہے لیکن سائنس اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے وہ پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی یہ بتائیں عالم اسلام کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں۔ ہم بہترین نظریئے کے حامل ہونے کے دعویدار ہیں لیکن اس کے باوجود دنیا بھر میں پسماندہ ہیں۔ ہماری حالت اس وقت تک تبدیل نہیں ہوگی جب تک ہم دین اور دنیاوی تعلیم میں فرق دور نہیں کرتے۔ اگر قرن اول میں ہماری مساجد میں سائنس کی لیبارٹریاں قائم تھیں تو اب ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کو دینی مدارس کے لئے شجر ممنوعہ کیوں قرار دیتے ہیں۔ کاش مولانا نورانی اور مولانا فضل الرحمن اسلامی علوم کے ماہر ہونے کے علاوہ سائنس میں بھی پی ایچ ڈی ہوتے۔ مسلمانوں کے بارے میں اب یہ پراپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ یہ حساب کتاب نہیں جانتے لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ سب سے بڑے ریاضی دان مسلمانوں نے ہی پیدا کئے ہیں۔ اگر یہ کل ممکن تھا تو آج کیوں ممکن نہیں ہو سکتا۔

(بحوالہ سرراہ۔ نوائے وقت بتاریخ 98-2-13)

اہم پیغام

برادران سلسلہ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ شیخ سلسلہ قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب کی نجی مصروفیات کی بنا پہ 6/12/98 بروز اتوار کا ماہانہ پروگرام منسوخ کر دیا گیا ہے لہٰذا ملاقات کے لئے بھائی جنوری کے پہلے اتوار کو مرکز تعمیر ملت تشریف لائیں۔ شکریہ

منجانب ادارہ